اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

—— المصلح الموعودؓ ——

اخاء ۱۳۵۰ ھش

اکتوبر ۱۹۷۱ء

:- ایڈیٹر :-

سید عبدالحی شاہد ایم۔اے

لائلپور شہر کے خدام کا اجتماعی وقارِ عمل
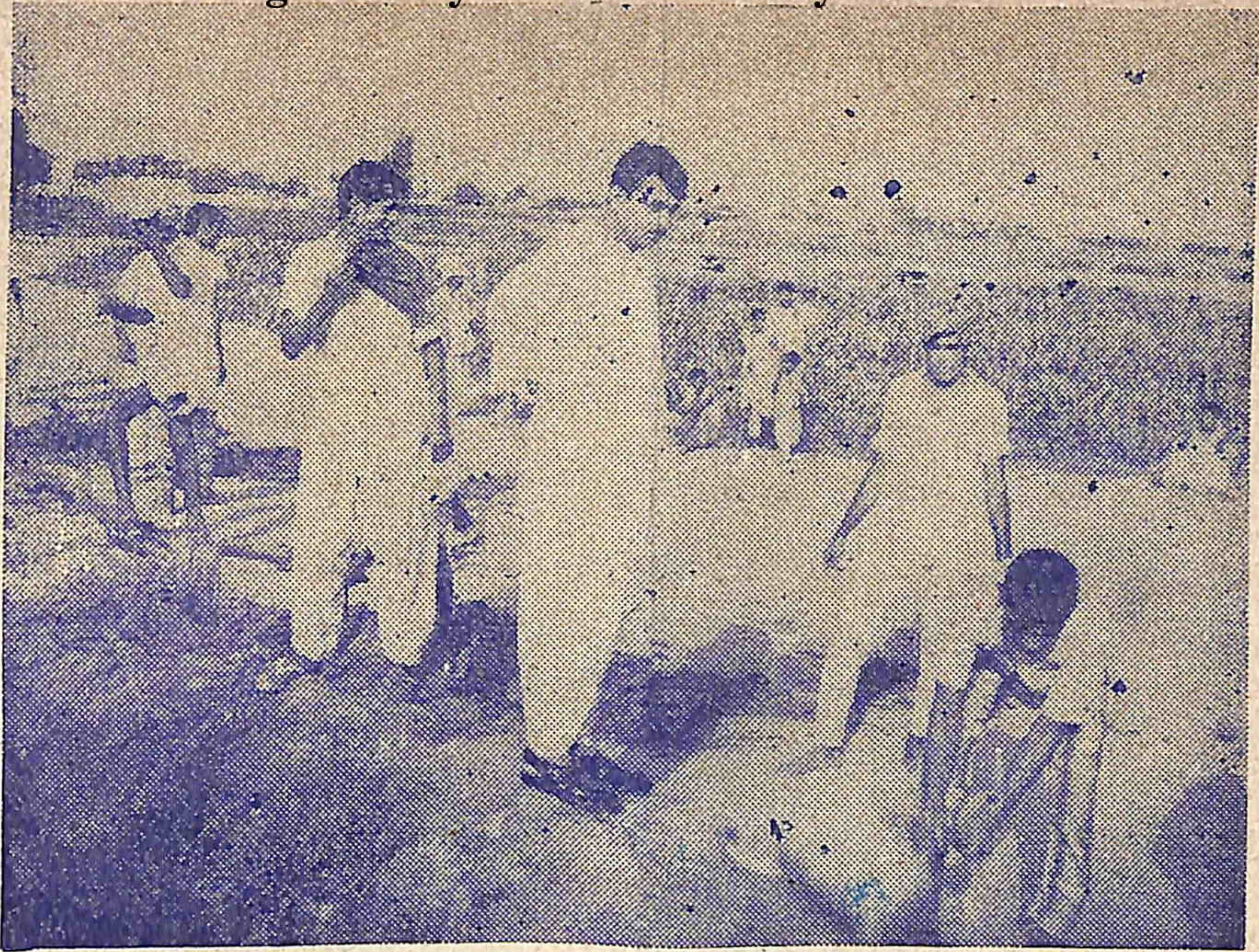
جناب سید طاہر احمد شاہ ایم پی اے خدام الاحمدیہ لائلپور شہر کے
وقارِ عمل کے موقع پر خدام کے درمیان
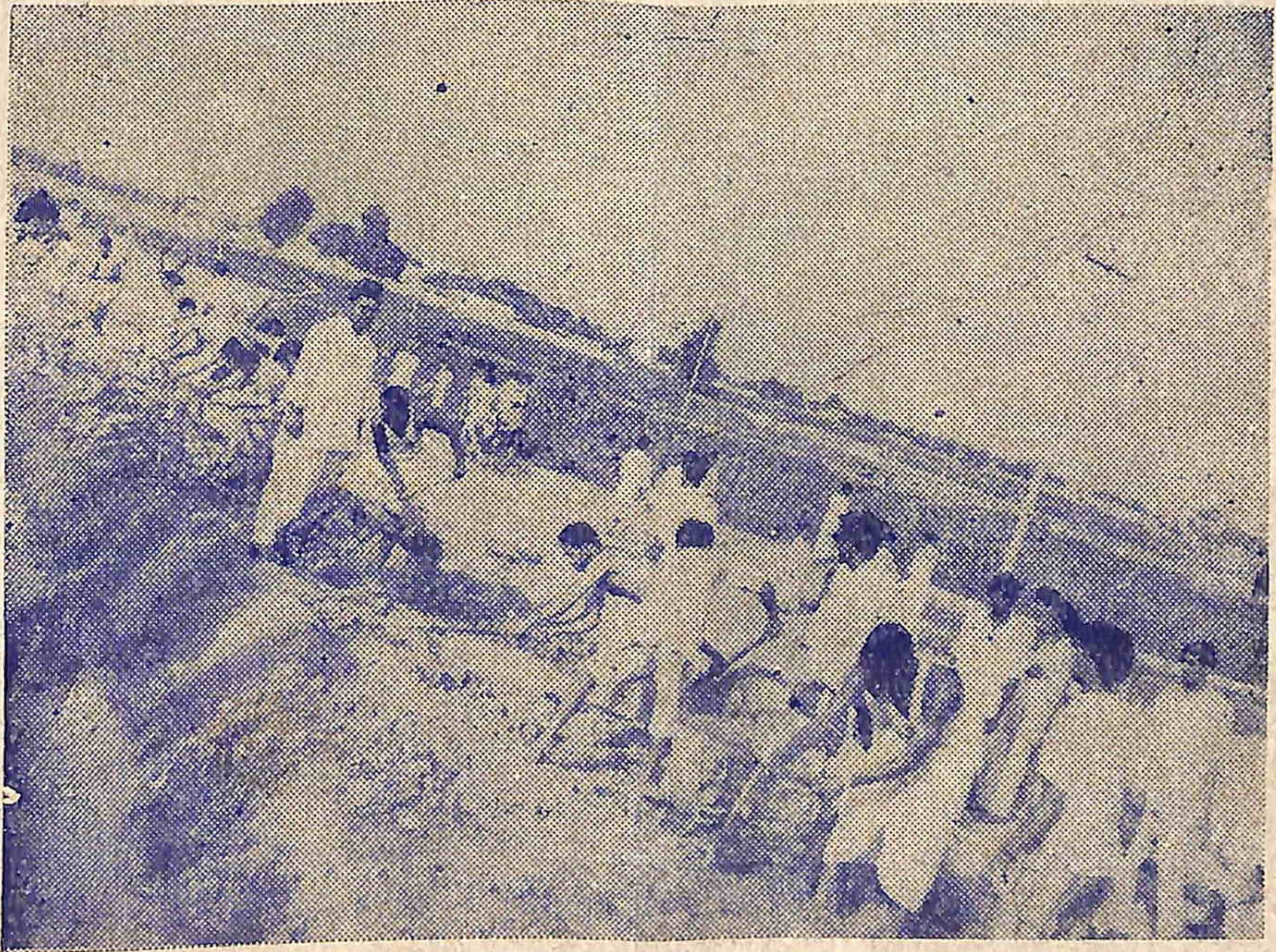
مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر کے خدام سڑک پر مٹی ڈال رہے ہیں
(اس وقارِ عمل کا مختصر ذکر اندر کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی"

(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۷ | اخاء ۱۳۵۰ ہش اکتوبر ۱۹۷۱ء | شمارہ ۸

فہرست

چندہ سالانہ ۔۔ ۔۔ ۔۔ چھ روپے

فی پرچہ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ساٹھ پیسے

بیرون پاکستان بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۰ روپے

" " بحری ڈاک ۹ روپے

(مبارک احمد خالد منیجر ماہنامہ "خالد" ربوہ)

پبلشر :۔ محمد شفیق قیصر

مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ خالد

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اداریہ

جہدِ مسلسل ـــ اور ـــ عملِ پیہم

انسانی زندگی جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم سے عبارت ہے۔ اِس نظریۂ حیات کی حقیقت وصداقت سب پر عیاں ہے سے

دَوڑنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

محنت وجدّ وجہد سے ناآشنا اور بے عمل شخص کی حالت اُس درخت کی سی ہوتی ہے جس پر وقت سے پہلے ہی خزاں اپنے ڈورے ڈال رہی ہو ـــ آپ بھی اپنا محاسبہ کیجئے ـــ کیا آپ حیاتِ انسانی کے جملہ تقاضوں کو کمال خوبی سے ادا کر رہے ہیں؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو اپنی فکر کیجئے۔ زندگی تو خدا کی دین ہے، خدا معلوم کس گھڑی کس کا دم نکل جائے۔ ماضی میں جو کچھ آپ سے سرزد ہوا اُس پر اظہارِ تاسف بے کار ہے مستقبل پر نظر ڈالئے، جُہدِ مسلسل ـــ اور عملِ پیہم کا ایک اور موقع آپ کو دیا جا رہا ہے۔ سالانہ اجتماع کی آمد آمد ہے، یہ اجتماع بھی تقاضۂ حیات کو پُورا کرنے میں بہت مُمد ثابت ہوتا ہے ـــ ہاتھ سے کام کرنے کے مواقع بار بار میسر آتے ہیں، خیموں کی تیاری اور اُن کی تنصیب ـــ صفائی اور لوازمات، یہ سب محنت کی نشانیاں ہیں۔ اِن تین ایام میں اگر خدام میں محنت کی عادت پیدا نہیں ہوتی تو اُنہیں یہ ضرور معلوم ہوجاتا ہے کہ محنت میں کیا راز مضمر ہیں اور وقارِ عمل کا کیا فائدہ ہوتا ہے۔

اِن تین دنوں میں خدام کو ایک پل کی فراغت نہیں ہوتی، گویا تین دن مسلسل کام کرنے کے بعد اُن میں محنت و مشقت کا احساس اُجاگر نظر آتا ہے۔ چنانچہ یہ اجتماع حُسنِ انتظام، خدام کی علمی، ذہنی، جسمانی وروحانی راہنمائی کا مرقع ہوتا ہے۔ ہم پچھلے اداریے میں یہ بات آپ کے گوشِ حق نیوش میں پہنچا چکے ہیں کہ زندگی میں ایسے مواقع کبھی کبھی آتے ہیں۔ ایسے بابرکت مواقع کی قدر نہ کرنا اور اُنہیں کھو دینا ایک خادم کو زیب نہیں دیتا ـــ "خادم وہی ہے جو آقا کے قریب رہے" ـــ اپنے پیارے آقا کی قربت وصحبت کا ایک موقع پھر آپ کو فراہم کیا گیا ہے، اس کی قدر کیجئے۔ امید ہے کہ ہماری یہ حقیر آواز مرکز سے لاتعلق اور سُست نوجوانوں کے دلوں کو گرمانے کا باعث ہوگی۔

(ع۔ ل۔ خ)

قَالَ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر ناپسندیدہ بات دیکھ کر اصلاح کی کوشش کرو

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔ (مسلم)

ترجمہ۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی خلاف اخلاق یا خلاف دین بات دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ اس بات کو اپنے ہاتھ سے بدل دے لیکن اگر اسے یہ طاقت بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں اسے بُرا سمجھ کر (دعا کے ذریعہ) بہتری کی کوشش کرے اور آپ فرماتے تھے کہ یہ سب سے کمزور قسم کا ایمان ہے۔

تشریح۔ جہاں اُوپر والی حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کی تحریک کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہر سچے مومن کو اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعہ ہر وقت جہاد میں لگے رہنا چاہیئے وہاں اس حدیث میں جہاد کے بہت سے میدانوں میں سے ایک میدان کے متعلق جہاد کا طریق کار بیان کیا گیا ہے۔ یہ میدان قومی اور خاندانی اور انفرادی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہت سی دینی اور اخلاقی بدیاں اسلئے پھیلتی ہیں کہ لوگ انہیں دیکھکر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان کی اصلاح کے لئے کوئی قولی یا عملی قدم نہیں اُٹھاتے۔ اس طرح نہ صرف بدی کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے کیونکہ ایک شخص کے بُرے نمونہ سے بیسیوں مزید آدمی خراب ہوتے ہیں بلکہ لوگوں کے دلوں میں سے بدی کا رعب بھی کم ہونے لگتا ہے۔

.... پس اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں قسموں کے موجبات اصلاح کو حرکت میں لاکر مسلمانوں میں بدی کا رستہ بند کرنا اور نیکی کا رستہ کھولنا چاہتے ہیں۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے سست اور غافل اور بے پرواہ ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کا کوئی عزیز یا دوست یا ہمسایہ برملا طور پر ایک خلاف اخلاق یا خلاف دین حرکت کرتا ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اور یہ خیال کر کے کہ ہم کسی عزیز یا دوست کا دل میلا کیوں کریں یا ہم کسی سے جھگڑا مول کیوں لیں یا ہمیں دوسروں کے ذاتی اخلاق سے کیا سروکار ہے۔ ....

الغرض ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت اور دور اندیشی سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے ارد گرد بدی اور گناہ کی آگ دیکھ کر تماشہ بین بن کر نہ بیٹھے رہو بلکہ اوّلاً اپنے ہمسایہ کے گھر کو اور پھر خود اپنے گھر کو بھی اس آگ کی تباہی سے بچاؤ +

ملفوظات

ارشاداتِ عالیہ

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

"حقیقت یہی ہے کہ انسان کو پوست اور چھلکے پر ٹھہرنا نہیں چاہیئے اور نہ انسان پسند کرتا ہے کہ وہ صرف پوست پر قناعت کرے بلکہ وہ آگے بڑھنا چاہتا ہے اور اسلام انسان کو اسی مغز اور رُوح پر پہنچانا چاہتا ہے، جس کا وہ فطرتاً طلبگار ہے۔ یہ نام ہی ایسا نام ہے کہ اس کو سُنکر رُوح میں ایک لذّت آتی ہے اور کسی مذہب کے نام سے کوئی تسلی رُوح میں پیدا نہیں ہوتی۔ مثلاً آریہ کے نام سے کون سی رُوحانیت نکالیں۔ اسلام سکینت، شانتی، تسلی کے لئے بنایا گیا ہے۔ جس کے واسطے انسان کی رُوح بھُوکی پیاسی ہوتی ہے تاکہ اِس نام کا سُننے والا سمجھ لے کہ اِس مذہب کا سچے دل سے ماننے والا اور اِس پر عمل کرنے والا خدا کا عارف ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر انسان چاہے کہ ایک دم میں سب کچھ ہو جائے اور معرفتِ الٰہی کے اعلیٰ مراتب پر یکدفعہ پہنچ جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ دُنیا میں ہر ایک کام تدریج سے ہوتا ہے۔ دیکھو کوئی علم اور فن ایسا نہیں جس کو انسان تامّل اور توقّف سے نہ سیکھتا ہو۔ ضروری ہے کہ سلسلہ وار مراتب کو طے کرے۔ دیکھو۔ زمیندار کو زمین میں بیج بو کر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اول وہ اپنی عزیز شے اناج کو زمین میں ڈال دیتا ہے جس کو فوراً جانور چگ جائیں یا مٹی کھالے یا کسی اور طرح ضائع ہو جائے مگر تجربہ اُس کو تسلی دیتا ہے کہ نہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ یہ دانے جو اس طرح پر زمین کے سپرد کئے گئے ہیں بارور ہوں گے اور یہ کھیت سرسبز لہلہاتا ہُوا نظر آئے گا اور یہ خاک آمیختہ بیج رزق بن جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد دوم صہ ۲۲۷ تا صہ ۲۲۸)

ذکرِ الٰہی کا طریق

(از رشحاتِ قلم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"ایک عبادت غیر معیّن صورت میں بھی ہوتی ہے اور وہ ذکر و فکر ہے۔ ہر عبادت غیر معیّن صورت میں اسلئے رکھی کہ معیّن صورت کی نماز تو ہر وقت ادا نہیں ہو سکتی لیکن غیر معیّن صورت کی نماز ہر وقت ادا کی جا سکتی ہے۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے ہر حالت میں ذکر ہو جاتا ہے۔

کسی شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ اگر ہم عبادت ہی کرتے رہیں تو ہم کام کیسے کریں؟ انہوں نے فرمایا۔ "دست در کار و دل با یار" اپنے کاموں کو بھی کرتے جاؤ اور ذکرِ الٰہی بھی کرتے رہو۔ پیشے کرو، تجارتیں کرو، دوسرے دنیوی کاروبار کرو مگر ساتھ ہی خدا تعالیٰ کو بھی یاد کرو۔ حضرت مظہر جان جاناںؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کے ایک شاگرد میاں غلام علی تھے جو آپ کے بہت مقرّب مُرید تھے۔ ایک دن آپ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص آیا اور آپ کے لئے بالائی کے لڈو تحفے کے طور پر لایا۔ آپ کو بالائی کے لڈو بہت پسند تھے۔ حضرت مظہر جان جاناںؒ نے ان میں سے دو لڈو اُٹھا کر اپنے شاگرد میاں غلام علی کو دیدیئے اور کہا تمہیں بھی یہ پسند ہوں گے بڑے مزیدار ہوتے ہیں اسلئے یہ دو لڈو تم لے لو۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پوچھا۔ میاں غلام علی تم نے وہ لڈو کیا کئے؟ میاں غلام علی نے کہا حضور میں نے وہ کھا لئے۔ آپ نے فرمایا اتنی جلدی کھا لئے؟ میاں غلام علی نے کہا وہ چیز ہی کیا تھے ایک ہی دفعہ منہ میں ڈالے اور گھُل گئے۔ آپ نے حیرت سے پوچھا۔ اچھا وہ دونوں لڈو تم نے کھا لئے۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں لڈو کھانے نہیں آتے۔ انہوں نے کہا آپ ہی بتا دیجئے کہ لڈو کس طرح کھائے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر کسی دن لڈو آئے تو میں تمہیں لڈو کھانے سکھاؤں گا۔ چوتھے پانچویں دن پھر کوئی مرید لڈو لے آیا اور میاں غلام علی نے حضرت مظہر جان جاناںؒ سے کہا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہیں لڈو کھانے سکھاؤں گا اب لڈو کھانے سکھا دیجئے۔ حضرت مظہر جان جاناںؒ اور حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؒ کو صفائی کا خاص طور پر بہت خیال رہتا تھا۔ حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؒ تو ہر روز دھلوا کر نیا جوڑا پہنا کرتے تھے۔ جب دہلی کا بادشاہ آپ کا مرید ہوا تو روزانہ آپ کو ایک نیا جوڑا سلوا کر بھیجا کرتا تھا۔ حضرت مظہر جاناںؒ بھی بڑی نفیس طبیعت کے تھے۔ کسی چیز کو ٹیڑھی پڑی ہوئی دیکھ کر آپ غصہ میں آجاتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے اس کو ٹیڑھا رکھا ہوا ہے اُس کا دل کیسے صاف ہوگا۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک بادشاہ ملاقات کے لئے آیا۔ اس کے

وزیر کو پیاس لگی اُس نے آبخورہ اُٹھایا اور پانی پی لیا۔ پانی پی کر اُس نے آبخورہ اُلٹا رکھ دیا۔ حضرت مظہر جان جاناںؒ کو یہ دیکھ کر سخت غصہ آیا اور انہوں نے بادشاہ سے فرمایا۔ آپ نے کیسا بے وقوف وزیر رکھا ہوا ہے جسے آبخورہ بھی سیدھا رکھنا نہیں آتا۔ غرض آپکو صفائی کا بہت خیال رہتا تھا۔ آپ نے جیب سے رومال نکالا اور بڑی احتیاط کے ساتھ اُسے فرش پر بچھایا۔ پھر اُس پر دو لڈو رکھے اور ایک لڈو سے چھوٹا سا ٹکڑا لیا۔ منہ میں ڈالا اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگ گئے۔ پھر فرمایا میاں غلام علی کیا تم نے کبھی غور کیا کہ یہ لڈو کیسے بنا۔ مظہر کی حیثیت ہی کیا تھی۔ ذلیل پانی سے پیدا ہوا۔ پھر لوتھڑا بنا، گوشت پوست بنا اور آخر ایک دن یہ فنا ہو جائیگا لیکن خدا تعالیٰ کو دیکھو عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا آسمان کو بھی پیدا کیا اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی اُس نے پیدا کیا۔ ہر چیز اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اگلے پچھلے علوم اُسے حاصل ہیں جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔ اُس نے خیال کیا کہ مظہر ایکدن پیدا ہوگا اور بالائی کے لڈو اُسے اچھے لگیں گے اسلئے ہم اُسکے لئے بالائی کے لڈو تیار کروائیں۔ میاں غلام علی کیا تم نے کبھی یہ سوچا کہ پھر اُس نے کہاں سے میٹھا پیدا کیا۔ اُس نے زمیندار کے دل میں خیال پیدا کیا اُس نے گنا بویا پھر شکر بنی اور سینکڑوں آدمیوں کو اُس نے اِس کام میں لگا دیا محض اسلئے کہ مظہر جان جاناںؒ ایک لڈو کھائے۔ آپ اسی رَو میں بہے جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کر رہے تھے کہ اذان ہو گئی اور آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور لڈو وہیں پڑا رہ گیا۔

غرض اگر ہم نمازیں ہی پڑھتے رہیں تو دوسرے کام کس طرح کر سکتے ہیں۔ وعظ و نصیحت بھی کرنا ہوتا ہے، دنیا کے دوسرے کام بھی کرنے ہوتے ہیں لیکن ذکر ہر وقت ہو سکتا ہے۔ ایک روٹی پکانے والا روٹی پکاتا جائے اور ساتھ ساتھ سُبحان اللہ سبحان اللہ بھی کہتا جائے تو اُسکا کیا حرج ہے۔ پیڑا بنائے اور سُبحان اللہ کہے۔ آٹا پھیلا کر پیڑے پر لگائے تو سبحان اللہ کہے۔ تنور میں لگائے تو سبحان اللہ کہے۔ سیخ کے ساتھ روٹی ہلائے تو سبحان اللہ کہے۔ روٹی کو نکالے تو سبحان اللہ کہے۔ اِس طرح روٹی بھی پک جائیگی اور ذکرِ الٰہی بھی ہوتا رہیگا۔ بجائے باتیں کرنے کے اگر وہ اِس کام میں لگ جائے تو اُس کا کیا حرج ہے یا مثلاً چکّی پیسنے والی عورت ہے وہ چکّی بھی پیستی جائے اور ساتھ ساتھ اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ، لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ یا جو ذکر بھی مناسب ہو کرتی جائے تو آٹا کم نہیں ہو جائیگا یا یہ ذکر کرنے سے آٹا خراب نہیں ہو جائیگا۔ ڈاکٹر اپریشن کرتا جائے اور ساتھ ساتھ سبحان اللہ سبحان اللہ کرتا جائے اور غور کرے کہ خدا تعالیٰ نے انسانی جسم میں کیا عظیم الشان نظام قائم کیا ہوا ہے۔ اِسی طرح ہر پیشے والا تسبیح کو بھی جاری رکھ سکتا ہے اور اپنا کام بھی کر سکتا ہے لیکن نمازیں ہر وقت نہیں پڑھی جا سکتیں۔ ہم کھڑے ہوں تب بھی سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں۔ تیر رہے ہوں تب بھی سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں۔ بندوق سے نشانہ کر رہے ہوں تب بھی سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں۔ موٹر چلا رہے ہوں تب بھی سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں

.... غرض خدا تعالیٰ نے اس طرح عبادت کے راستے کھول دیئے ہیں کہ اگر کوئی دیانتدار ہو تو وہ مجبور رہے کہ ذکرِ الٰہی کرے۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم حصہ دوم صفحہ ۲۱۲ تا صفحہ ۲۱۴)

حضور سرورِ کائنات کے احسانات اور ہماری ذمہ داریاں

(محترم نذیر احمد صاحب خادم)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، رونق بزمِ جہاں، زینتِ کون ومکاں، فخر النبیین، رحمۃ للعالمین رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعلیٰ وارفع شان بلا شبہ برتر از وہم وگمان ہے خالقِ کائنات نے سب سے پہلے آنحضورؐ کے نُور کو تخلیق فرمایا۔ جیسا کہ خود حضورؐ نے فرمایا ہے کہ:۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

"سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نُور ہی تھا"

خدائے ذوالجلال نے آپؐ کو بنی نوعِ انسان کے لئے کامل نمونہ بنایا۔ انسانیت وروحانیت، رسالت ونبوّت اور شریعت کے تمام کمالات سے بدرجۂ اتم متصف فرما کر حضورؐ کو ترقیات کی بلند ترین معراج پر پہنچایا اور اپنا سب سے زیادہ مقرّب و ہمرنگ بنایا۔ اسی لئے تو آپؐ کی شان میں حق تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا:۔

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

کہ اے خدا کی ذات وصفات کے مظہر نبیؐ! اگر تیری پیدائش مقصود نہ ہوتی تو میں ارض وسماوات کو پیدا ہی نہ کرتا۔" اسی مفہوم کو حضور نبی کریمؐ کا ایک عاشقِ صادق یوں ادا فرماتا ہے ؎

مَیں آپ سے کہتا ہوں کہ اے حضرتِ لولاکؐ
ہوتے نہ اگر آپ تو بنتے نہ یہ افلاک
جو آپ کی خاطر بنا آپ کی شے ہے
میرا تو کچھ بھی نہیں یہ ہیں آپ کی املاک
(کلامِ محمودؓ)

حق تو یہ ہے کہ ہم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی خدائے واحد ویگانہ کو پایا، اُس کی توحید سے آشنائی حاصل کی، اُس کے انبیاء کی سچائی معلوم کی اور روحانی فیوض وبرکات کی بیش بہا نعماء سے بہرہ اندوز ہوئے ؎

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا دائرہ تمام مخلوقات کیا جن وانس اور کیا ملائکہ سب تک وسیع ہے۔ پوری نسلِ انسانی کیا عوام وخواص، کیا انبیاء واولیاء اور کیا اتقیاء واصفیاء سب پر ہمارے حضور پُرنور کے بے پایاں احسانات ہیں۔ اسلام کا

خدا اگر رب العالمین ہے اور اُس کی مذہبی و آسمانی کتاب قرآن مجید ذکرٌ للعالمین ہے تو اسلام کا رسول رحمۃٌ للعالمین ہے ــــ آپ کی رحمت و رأفت کا دامن ازل تا ابد ممتد ہے، آپ کی روحانی تاثیرات اور فیوض و برکات سے نسلِ آدم تا قیامت مستفیض ہوتی رہے گی ـــ انبیائے سابقین کی سچائی اور جھوٹے الزامات سے اُن کی صفائی پر حضور محبوبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مُہرِ تصدیق ثبت فرمائی اور آئندہ بھی آپ کی مُہرِ تصدیق کے بغیر، آپ کی محبت میں فنا ہوئے بغیر، آپ کے فیض سے فیضیاب ہوئے بغیر اور آپ کی اُمت سے باہر اور آپ کی اطاعت و پیروی اور حلقۂ غلامی سے الگ رہ کر کوئی دینی مقام اور روحانی انعام کسی کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

خدائے جلیل و قدیر نے نوعِ بشر کو اسلام ایسا دلکش و پیارا، حسین و دلربا، کامل ترین اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق دائمی دین حضور کے طفیل ہی عطا فرمایا ہے اور پھر حضور پر ہی قرآن پاک ایسے اکمل ترین ضابطۂ حیات اور منبعِ نور و ہدایت سے نوازا جو تا قیامت ہر زمان و مکان اور ہر رنگ و نسل کے لوگوں کے لئے یکساں قابلِ عمل اور غیر متبدل دستور العمل ہے

حضور نے ہماری بھلائی اور راہنمائی کے لئے اس پاک شریعت پر ہر قسم کے حالات میں عمل کر کے دکھایا یعنی اپنے اعمال کو اس کی عملی تفسیر بنایا اور زندگی کے ہر موڑ اور محل و موقع پر قرآنی تعلیمات کو ایسے طور سے جامۂ عمل پہنایا کہ کسی حالت میں بھی کسی قرآنی حکم میں سرِ مو فرق نہ آیا ـــ غرضیکہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عرفانِ الٰہی کے اسرار و رموز سمجھائے، دینِ حق کے زندگی بخش اصول سکھائے، روحانیت و انسانیت کے حسین آداب بتائے اور دینی و دنیوی ترقیات کے راستے دکھائے۔ ہاں اُس رُوحِ کائنات، بہارِ موجودات نے ظلمت و گناہ کے تاریک سمندر میں غرق انسانیت کو پاکیزگی اور تقویٰ و طہارت کی پُر نور راہوں پر چلایا، درندہ صفت وحشی انسانوں کو با اخلاق بنایا، با اخلاق انسانوں کو باخدا بلکہ خدا نما وجود بنایا اور انہیں توحیدِ خالص سکھا کر خالقِ حقیقی سے ملایا ـــ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپ کی روحانی تاثیرات آج بھی جاری و ساری ہیں۔ ہاں یہ خدائی رحمتوں سے معمور اور انوارِ الٰہی سے بھرپور ابرِ رحمت تا قیامت اہلِ جہاں پر غیر محدود رحمتوں، برکتوں اور احسانات و انعامات کی بارش برساتا اور تشنہ روحوں کو "شربتِ وصل و بقا" پلاتا رہے گا کیونکہ

ہے یہی ماہِ مبیں جس پہ زوال آتا نہیں
ہے یہی گلشن جسے چھوتی نہیں بادِ خزاں

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے بحرِ بے کنار کا احاطہ کرنا عاجز انسان کا کام نہیں ہے ـــ ان معروضات کا مقصد صرف اتنا ہے کہ حضور کے بے پایاں احسانات کی طرف ادنیٰ سا اشارہ کر کے یہ حقیقت ذہن نشین کروائی جائے کہ

ہم کسی طرح بھی حضور رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتے مگر پھر بھی ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے ہاں پوری نسلِ انسانی کے اس محسنِ اعظم رحمۃ للعالمین صؐ کے احسانات کو نہایت شکرگزاری اور رحد درجہ جذبۂ محبت و وفاداری سے یاد رکھیں کیونکہ سے

اپنے محسن کی وفاداری ہے عزت کی دلیل
بے وفا سے بڑھ کے دُنیا میں نہیں کوئی ذلیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانات کو یاد رکھنے اور اُن کی کسی حد تک شکرگزاری ہم کئی طریقوں سے کر سکتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں :-

۱- رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احسانات کی وجہ سے ہمارا ایک نہایت اہم فرض یہ ہے کہ ہم حضورؐ کی مقدس حیات، آپؐ کی پاک تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں اور ارشادِ خداوندی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی روشنی میں ہم حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلنے اور ہر شعبۂ زندگی میں حضورؐ کے نمونہ کو اپنانے کی کوشش کریں۔ ہر سچے اور مخلص مومن و مسلمان کی غرض رضائے الٰہی کا حصول ہے، یہ غرض بھی پوری ہو سکتی ہے جب ہم اپنی عملی زندگی کے ہر موڑ اور ہر موقع پر ہر کام کرتے وقت حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اعمال کو اپنائیں، آپؐ کے نمونہ اور آپؐ کی سُنّتِ مطہرہ سے نہ تو قدم اِدھر اُدھر ہٹائیں اور نہ آگے بڑھائیں، کیونکہ یہ دونوں چیزیں گمراہی اور گستاخی میں شامل ہیں۔ خدا کے بزرگ و برتر ہمارے خود تراشیدہ اور من گھڑت طریقوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و اطاعت کرنے سے ہی ہم اس کی محبت و خوشنودی کو پا سکتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولؐ کو مخاطب کر کے خود فرماتا ہے :-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

"کہ اے میرے رسول! تو اعلان کر دے کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) اللہ (بھی) تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔"

پس ہمیں ہر وہ راہ و رسم، غلط عقیدہ اور خود تراشیدہ طریقہ چھوڑ دینا چاہیئے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور نمونہ کے خلاف ہو۔ تاکہ ہم اپنے ربِّ جلیل کی رضا و محبت کو حاصل کر سکیں ـــــ جب ہم ایمانی جرأت اور عشقِ خدا اور رسولؐ کی غیرت کے تقاضا کے ماتحت بندوں کے ڈر کو دل سے نکال کر خوفِ خدا سے کام لیتے

ہوئے تمام اُن رسوم کو اپنے گھروں، اپنے دلوں
اور اپنے اعمال سے نکال دیں گے جن کا نہ قرآن میں
ذکر ہے نہ اسلام میں اور جن کا ثبوت نہ تو رسولِ مقبول
کی زندگی میں ملتا ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی
زندگیوں میں نظر آتا ہے تب ہی ہم اپنے اس دعویٰ
میں سچے اور مخلص متصور ہوں گے کہ ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

اگر ہماری وجہ سے ہمارے معاشرے، سوسائٹی، گھر، خاندان، مدرسہ و مکتب اور ملک و ملّت میں بدامنی و انتشار، فتنہ و فساد، عدمِ اطمینان و خلفشار کی فضا پیدا ہوتی ہے یا جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچتی ہے، کسی بھائی کی دل شکنی و حق تلفی ہوتی ہے کسی کی عزت و وقار، مال و جان اور مفاد کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر ہمارے دلوں سے چھوٹوں کے ساتھ ہمدردی و الفت اور محبت و شفقت کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور بڑوں کی بلا وجہ عدمِ اطاعت و گستاخی کے جذبات فروغ پاتے ہیں تو ہمیں سمجھ لینا چاہئیے کہ ہم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و فرمودات اور اسلام کے احکامات کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں کسی کمزور و بے بس کو دبانا، کسی غریب کی تحقیر و تذلیل کرنا، کسی ظالم کا ساتھ دینا اور مظلوم کی مدد نہ کرنا، اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا اور دوسروں کو گرانے یا نیچا دکھانے کی کوشش کرنا اور تکبر و غرور سے خدا کی زمین میں پھرنا ہرگز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کا شیوہ نہیں ہو سکتا ہر سچا محبِ رسولؐ اپنی جائز مشکلات و شکایات اور ضروریات کے ازالہ کے لئے پُرامن ذرائع اختیار کرتا اور سرکشی و بغاوت کے طریقوں سے مجتنب رہتا ہے۔
ہمیں ہر کام کرتے وقت، ہر حرکت و سکون کرتے ہوئے اور ہر بات کہتے وقت یہ سوچ لینا چاہئیے کہ اگر ہماری جگہ ہمارے محبوب آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو وہ اس کام کو کس طرح کرتے ہمارا دل خود گواہی دے گا کہ خدا کا محبوب رسولؐ ہرگز یوں نہ کرتا جس طرح ہم کرنے لگے ہیں پس ہمیں اپنے ضمیر کی صحیح آواز کے پیچھے چلنا اور رسولِ خداؐ کی اتباع کرنا چاہئیے اور ہر موقع پر اس امر کو ذہن نشین رکھنا چاہئیے کہ ہم غلامِ مصطفےٰؐ کہلا کر کوئی ایسا کام نہ کریں جو ہمارے آقا نبیوں کے سردار حضرت احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو زیب نہیں دیتا ہماری رفتار و گفتار اور ہمارا چال چلن اور کردار سیرتِ نبوی کی ہو بہو تصویر ہونا چاہئیے۔

۲۔ سرتاجِ مرسلین فخر النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار احسانات کی شکر گزاری کے طور پر ہمیں حضورؐ کے لائے ہوئے عالمگیر پیغام یعنی اسلام کی عالمگیر نشر و اشاعت اور ترویج و تبلیغ کی

مہم میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لینا چاہیئے۔ اسلامی قدروں کو اپنے معاشرہ اور ملک میں اجاگر کرنا اور پھر انہیں دنیا بھر میں پھیلانا ہر مسلمان کا اوّلین فرض ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو اسلام کا جانباز مجاہد اور مبلّغ ہونا چاہیئے تاکہ ساری دنیا کو دنیا کے محسنِ اعظم اور حقیقی نجات دہندہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کا عظیم الشان مشن بڑی شان سے جاری رہے یہانتک کہ ہم اُس حقیقی عید کا دن اپنی زندگیوں میں دیکھ لیں جب کہ ساری روئے زمین صرف خدائے واحد و یگانہ کے پرستاروں سے بھر جائے اور پوری دنیا کا ایک ہی دین اور مذہب ہو یعنی اسلام۔ اور یہ بھی ہو گا (انشاء اللہ ایسا ہو کر رہے گا) جبکہ ؎

عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

کے جذبہ سے ہر مسلمان سرشار ہو۔ جب ہر عاشقِ رسولؐ اس عزم و ولولہ سے میدانِ عمل میں آجائے کہ ؎

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

اور جب ہمارے والدین اور اساتذہ کرام اپنے بچوں اور نونہالوں کے اذہان میں یہ نصب العین نقش کرواتے چلے جائیں اور انہیں پیغام دیتے چلے جائیں کہ :-

تم مدبّر ہو یا جرنیل ہو کہ عالم ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تم میں گر اسلام نہ ہو

پس آج اسلام کو ضرورت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے باپوں اور حضرت ہاجرہؑ جیسی مقدس ماؤں کی جو اپنے جگر گوشوں کی زندگیوں کو اسلام کی سربلندی کی خاطر امامِ وقت کے حضور وقف کر دیں۔ ہاں اسلام کو آج ضرورت ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ایسے اطاعت شعار و ایثار پیشہ فرزندوں کی جو خدمتِ اشاعتِ اسلام ایسے عظیم و اہم اور مبارک مقصد کے لئے اپنے گھر بار، ملک و وطن اور عزیزوں اور پیاروں کو چھوڑ کر دور دراز ممالک میں پھیل جائیں اور اس راہ میں اپنی جانیں لڑانے، اپنی گردنیں کٹوانے اور ہر سختی و مصیبت اُٹھانے کو عین سعادت و راحت جانیں کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے پایاں احسانات کی شکر گزاری کا۔

۳- پھر ایک اور طریقہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی شکر گزاری کا یہ بھی ہے کہ ہم اُس خالقِ حقیقی کی کثرت سے تسبیح و تحمید کریں جس نے حضرت محمدؐ عربی ایسا مجسّم رحمت رسول ہماری ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا اور پھر ہمیں اُس پاکوں کے سردار احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی بنایا ـــــ ہاں ہمیں حبیبِ خدا اپنے پیشوا و مقتدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود و سلام بھی بھیجتے رہنا چاہیئے جس پر خود خدائے ذوالجلال اور اُسکے ملائکہ بھی درود و سلام بھیج رہے ہیں ؎

بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سَو سَو بار
"پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"

اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وّ اٰلِ محمدٍ و بارک وسلم انک حمید مجید

(محترم مرزا عبدالشکور صاحب عارف۔ جامعہ احمدیہ ربوہ)

احمدیت کے ذریعہ اکناف عالم میں رُونما ہونے والے عظیم الشان انقلاب کے تفصیلی بیان سے پیشتر یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ احمدیت ایک عالمگیر تحریک ہے جس کے ذریعہ اسلام کا دیگر ادیان پر دائمی غلبہ الٰہی پیشگوئیوں کے مطابق مقدر تھا۔ پھر یہ جاننا بھی ازبس ضروری ہے کہ احمدیت سے پہلے دنیا میں مذہبی حالات کیسے تھے اور ان میں اسلام کی پوزیشن کیا تھی؟ کیونکہ اس کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ احمدیت نے کیا انقلاب پیدا کر دیا۔

احمدیت سے قبل گزشتہ صدی کے اواخر میں عیسائیت اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ قوت و طاقت کا مذہب بن کر جملہ ہتھیاروں سے لیس اسلام کے مقدس قلعہ پر حملہ آور ہو رہی تھی دنیا کی حکومتیں اس کے قدموں تلے تھیں اور پادری لوگ گروہ در گروہ اسلامی ممالک پر یورش کے لئے پھیل رہے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں پر مایوسی و قنوطیت کا عالم طاری تھا کیونکہ ان کے بڑے بڑے لیڈر اور علماء بڑی سرعت سے ہتھیار ڈال رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے عماد الدین، احمد شاہ، سلطان محمد، صفدر علی، عبداللہ، غلام علی اور عبدالحق جیسے نامور علماء اسلام مخالف کیمپ میں جا کر اسلام اور بانی اسلامؐ پر گندے اور ناپاک حملے کرنے لگے اور ان کی جرأت اور دلیری اس قدر بڑھی کہ اسلام کو لاغر اور زخموں سے چُور رگرے پڑے دشمن کی حیثیت سے دیکھنے لگے۔ چنانچہ پادری ڈاکٹر عماد الدین نے ۱۸۷۵ء میں یہاں تک لکھا کہ:-

"مسلمانوں کے ساتھ مناظرہ پر کتابیں تصنیف کرنے میں اب وقت صرف کرنا ہمارے لئے فضول ہے۔ گرے ہوئے دشمن کو کیوں روندیں!"

عیسائیت کے اس جارحانہ اور بظاہر کامیاب حملہ کا کچھ تصوّر مشہور پادری جان ہنری بیروز کے (عیسائیت کے عالمی تاثرات پر) ہندوستان کے مختلف مقامات پر دیئے گئے اُن لیکچروں سے بھی ہو سکتا ہے جن میں اس نے خصوصاً اسلامی ممالک میں عظیم تر کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ لاف بھی ماری کہ عنقریب خداوند یسوع مسیح کی منادی حرب اور خانہ کعبہ تک پہنچے گی مگر اب تاریخ ایک نئے موڑ پر آ پہنچی عیسائیت کا موسم بہار اور اسلام کا

موسم خزاں اپنے دن پُورے کر چکا ہے
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

سرورِ کائنات کی پیشگوئی "یکسر الصلیب" کے عملی ظہور کے لئے خدا نے مسیح موعودؑ کو بھیجا جس نے انجام آتھم میں اعلان فرمایا:۔

"خدا نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموّج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کر دے"

اس اعلان اور ساتھ ہی حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی عملی کوششوں کے طفیل دُنیا نے دیکھا اور تاریخ نے محسوس کر لیا کہ کس طرح عیسائیت کی ہڈیاں پگھل گئیں اور صلیب پاش پاش ہو گئی۔ چنانچہ آج عیسائیت دنیا کے ہر گوشہ میں احمدیت کے سامنے ہتھیار ڈال چکی ہے۔ عیسائی محققین اب اسنادِ بائیبل کی بجائے اس پر کڑی تنقید، صلیبی موت کی بجائے مسیح کی صلیب سے نجات اور تثلیث کی بجائے توحید کی طرف جھکنے لگے ہیں ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

بلاشک یہ ایک عظیم الشان انقلاب ہے جو مذہبی دنیا میں خصوصاً مسیحی دُنیا میں برپا ہوا مگر یہ انقلاب احمدیت کے پیدا کردہ ایک عظیم تر انقلاب کی محض ایک شاخ ہے۔ اصل انقلاب اپنے اندر ایسے کئی پہلو لئے ہوئے ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب زندہ خدا اور اس کے تازہ بتازہ نشانات سے محروم اور مایوس ہو چکے تھے مگر احمدیت نے ان مُردہ مذاہب کے مقابل زندہ خدا، زندہ نشانات کے ساتھ پیش کر دیا۔

اسی طرح اندرونی طور پر اہلِ اسلام نے غلط عقائد کی وجہ سے سردارِ دو جہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تنقیص کی احمدیت نے اس کا ابطال کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان بخش پُر تاثیر مقام از سرِ نو دنیا سے منوایا۔

قرآن کریم ایک مبہم، غیر مربوط اور قصّوں سے پُر ناسخ و منسوخ کے جھگڑوں میں گرفتار کتاب خیال کی گئی مگر احمدیت کے انقلاب نے تمام کتابوں کو اس کے مقابل عاجز کر دیا جس پر براہین احمدیہ اور اعجاز المسیح جیسی غیر فانی کتابوں کے علاوہ بے شمار رقوم لا جواب انعامی چیلنج شاہد ناطق ہیں۔

احمدیت کے پیدا کردہ انقلاب کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ ایک رُوحانی منظم جماعت تیار ہو گئی ہے جو مظلوم و بے کس اسلام کو دُنیا کا عظیم ترین، زندہ اور دائمی مذہب ثابت کر رہی ہے۔

چنانچہ جہاں چودہ سو سال میں کروڑوں مسلمانوں سے کچھ نہ ہو سکا وہاں احمدیت نے یہ عالمگیر انقلاب پیدا کر دیا کہ آج اس کی کاوشوں سے دنیا کے مختلف ممالک میں ۵۰ پاکستانی اور لوکل مبلغ،

۲۷۵ مساجد، ۶۳ تعلیمی ادارے، ۲۱ اخبارات و رسائل اور قرآن کریم کے ۱۷ تراجم موجود ہیں۔ مگر یہ عظیم الشان انقلاب ابھی اپنے اندر مزید وسعت کی بہت گنجائش رکھتا ہے۔ اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلیات ابھی مزید قربانیوں کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے اسی کی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔"

(فتح اسلام)

قسم اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
قسم اُس ذات کی جس نے ہمیں اسکا کیا شیدا
یقیناً لشکرِ شیطاں شکستِ فاش کھائے گا
عَلَم اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہوگی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

ع-ک-خ

"آگ ــــ مجھے آگ کی بُو محسوس ہو رہی ہے"۔

ہم آگ میں گھرے ہیں۔ ہمیں یہاں سے نکالو۔

اپالو اوّل کا خلاباز راجر شیفی پوری قوّت سے چلاّ رہا تھا۔ بلاک ہاؤس میں ایک عجیب سی گھبراہٹ اور ہلچل تھی۔ ہر شخص کی نگاہیں خلائی راکٹ کے کیبن کے پریشر کی نشاندہی کرنے والے الیکٹرانک مانیٹر پر لگی ہوئی تھیں، خلابازوں کے دلوں کی دھڑکن بتانے والی سوئیوں پر لوگوں کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔ ٹیلی ویژن کے پردوں پر خلائی جہاز کی بیرونی تصویر اُبھری ہوئی تھی۔ سینکڑوں اہم ترین آلوں کی سوئیاں لرز رہی تھیں اور قیمتی لمحات تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ اُس وقت خلابازوں کے چیف ڈونالڈ سلیٹن نے اپنے ریڈیو کی سوئی گھما کر خلابازوں سے رابطہ قائم کیا اور پھر وہ ہذیانی انداز میں چیخ پڑا "خلائی جہاز میں ہولناک آگ لگی ہے"۔

سات سیکنڈ تک ریڈیو پر اور بلاک ہاؤس میں ایک شور برپا رہا۔ ریڈیو پر سُنی جانیوالی آوازوں کی شناخت اس شور و غل میں مشکل ہو گئی۔ بالآخر خلائی جہاز سے شیفی کا آخری پیغام موصول ہُوا:-

"ہم آگ میں گھرے ہیں ــــ ہمیں
یہاں سے نکالو"

لیکن زمینی کنٹرول ٹاور راجر شیفی، ایڈورڈ وہائٹ اور گس گرسیم کے لئے کچھ بھی نہ کر سکا۔

اپالو اوّل کی پرواز سے بہت پہلے خلابازوں کو اچھی طرح مشق کروائی گئی۔ جمعہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۷ء کو صبح کے چھ بجے بلاک ہاؤس نمبر ۳۴ میں آزمائشی گنتی شروع ہوئی اور جب تک اپالو اوّل کے خلاباز ناشتے سے فارغ ہوئے اُس وقت تک یہ گنتی جاری رہی۔ یہ گنتی دراصل آزمائشی طور پر ہو رہی تھی تاکہ عین وقت پر کسی غلطی کا احتمال نہ رہے۔ ہنگامی راستہ استعمال کرنے کی مشق کرنے کے لئے تینوں خلابازوں کو مکمل خلائی لباس پہن ٹھیک دو بجے خلائی جہاز میں سوار ہونا تھا۔ معیّنہ پروگرام کے مطابق دن کے گیارہ بجے تک اُنہیں خلائی لباس پہن کر تیار ہو جانا چاہیئے تھا لیکن اتفاق سے بعض ایسی چھوٹی چھوٹی اُلجھنیں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ جس کی وجہ سے خلائی لباس پہن کر تیار ہونے کا مقررہ وقت گزر گیا۔ اور اس کام سے تینوں خلاباز کہیں دن کے ایک بجے فارغ ہوئے۔

ایک مخصوص سگنل پر تینوں خلابازوں نے مشق کا آغاز کیا۔ یہ اُن کی آخری مشق تھی سگنل ملتے ہی سینئر پائلٹ وہائٹ نے اپنے بائیں جانب والے ہینڈل کو گھمایا تاکہ دروازے میں لگے ہوئے چھ بولٹ

کھل جائیں۔ اس دروازے میں دو ہینڈل لگے ہوئے تھے۔ دوسرا ہینڈل گھمانے کے لئے گرسیم وہائٹ کی مدد کر رہا تھا۔ ایک ذرا سے دھکے سے دروازہ کھل گیا اور تینوں خلاباز انتہائی تیز رفتاری سے باہر نکل آئے۔ سب سے پہلے وہائٹ باہر آیا۔ اس کے بعد شیفی اور پھر گرسیم۔ یہ ساری مشق ۹۰ سیکنڈ کے مختصر وقفے میں مکمل کی گئی۔

اس آخری مشق کے بعد وہ دوبارہ اپنے کیبن میں داخل ہوئے۔ اپالو پراجیکٹ کے سربراہ اور فضائی فوج کے میجر جنرل سیموئیل سی فلپس کے بیان کے مطابق خلائی جہاز اپالو اوّل کے کیبن کا اندرونی حصہ دو بجکر ۵۰ منٹ پر سر بمہر کیا گیا۔ اس کے بعد بیرونی دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد کیبن کے اندر ہوا کا دباؤ ۱۶،۲ پونڈ فی انچ کی حد تک بڑھا دیا گیا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ خلائی جہاز کے باہر ہوا کا دباؤ ۱۴،۶۹ پونڈ فی انچ کی حد تک کم ہو جائے۔ یہ ساری کارروائی خلائی ایجنسی کے مطلوبہ معیار کے مطابق تھی۔ اس کارروائی کی تکمیل کے بعد تینوں خلا باز سو فیصد آکسیجن کی فضا میں سانس لینے لگے۔ اس کے بعد کئی گھنٹے تک مختلف پیغامات کے تبادلے اور مختلف ضرورتوں کی تکمیل کی وجہ سے آخری گنتی شروع نہ کی جا سکی۔ بالآخر چھ بجے ان مشقوں کے سربراہ پال ڈونلی نے گنتی شروع کرنے کا حکم دیا۔

نیچے گنتی شروع ہونے سے چند لمحے قبل ہی ایک انجنیئر اپنی نشست سے اٹھ کر کافی پینے چلا گیا

تھا اور ٹھیک اسی لمحے خلائی جہاز کے کیبن پر اندرونی مواصلاتی نظام پر شیفی کی شدید درد اور کرب میں ڈوبی ہوئی ایک چیخ ابھری "آگ ـــــ مجھے آگ کی بو محسوس ہو رہی ہے"۔ چنانچہ قبل اس کے کہ آگ کے انسداد کے لئے کوئی طریق کار اختیار کیا جاتا تینوں خلا باز آگ کی لپیٹ میں آچکے تھے اور زمین پر انکی چیخوں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ مگر کوئی کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔

نیشنل ایرو ناٹکس اینڈ اسپیس ایڈمنسٹریشن کے حکام سے جب یہ پوچھا گیا کہ کیا ان خلابازوں کی جانیں اس صورت حال میں بچائی جا سکتی تھیں؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ کیبن کے اندر ہوا کا دباؤ ۱۶،۲ پونڈ فی انچ تھا اور کیبن کا دروازہ اندر کی طرف کھلتا تھا۔ ان حالات میں خلابازوں کو دروازہ کھولنے کے لئے بارہ سو پونڈ کی طاقت استعمال کرنی پڑتی۔ اتفاق سے وہائٹ کی لاش جس حالت میں ملی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے جان دی تھی۔ آئندہ کیلئے ایسی صورت حال سے بچنے کے لئے یہ بات طے کر لی تھی کہ زمینی آزمائشوں کے دوران کیبن کے اندر کا دباؤ ۱۴،۸ پونڈ فی انچ سے بڑھنے نہ دیا جائے گا۔ لیکن یہ فیصلہ بہت دیر بعد کیا گیا۔ خلائی ایجنسی نے اس کے بعد نئے طرز کے کیبن بنانے کا کام شروع کر دیا۔ جنہیں دو سیکنڈ کے اندر پورے سے خلائی جہاز سے الگ کیا جا سکتا ہے ـــــ

چاند کی سطح پر انسان کو پہنچانے والا پہلا امریکی خلائی جہاز نہ صرف تباہ ہو گیا بلکہ تین قیمتی جانیں بھی ضائع ہو گئیں لیکن خلائی دوڑ کی اس پہلی جانی قربانی کے بعد انسان کی ترقی کی راہیں ہموار ہو گئیں۔ اور بالآخر ۱۹۶۹ء میں انسان چاند پر اُترنے میں کامیاب ہو گیا اور چاند سے متعلق معلومات کے ایسے وسیع ذخائر اکٹھے کئے جن سے عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اب چاند انسان کے عظیم ترین فنیاتی کارنامے کی یادگار بن گیا ہے اور دوسرے سیاروں کی جانب انسان کی پیش قدمی کے لئے ایک اگلا مورچہ بن چکا ہے۔

موجودہ منصوبوں کے مطابق امریکی خلاباز آئندہ تین چار سالوں میں چاند پر مختلف مقامات پر اس قسم کے ۹ اڈے قائم کریں گے جو دوسرے سیاروں کی جانب انسانی سفروں کے راستے کی نشان دہی کریں گے۔

ان اڈوں کے قیام کے لئے جو سفر کئے جائیں گے ان کا انداز وہی ہوگا جو چاند تک پہنچنے کے لئے انسان کی پہلی تین مہموں کا تھا۔

پہلی مہم میں اپالو ۱۱ کے خلاباز نیل۔ اے۔ آرم اسٹرانگ، ایڈون۔ ای۔ بز اور ایلڈرن جولائی ۱۹۶۹ء میں چاند پر اُترے تھے۔ دوسری مہم اپالو ۱۲ کے خلابازوں ایلن، بین اور چارلس کونریڈ نے نومبر ۱۹۶۹ء میں سَر کی۔ تیسری مہم کے خلابازوں ایلن۔ بی شیپرڈ، اسٹوارٹ۔ اے۔ روسا۔ اور ایڈگر ڈی۔ مچل نے فروری ۱۹۷۱ء میں چاند کی سرزمین پر قدم رکھا۔

اپالو ۱۱ کے خلابازوں نے چاند پر صرف ۲۲ گھنٹے یعنی ایک دن سے کم وقت گزارا تھا اور وہ تین گھنٹے سے کم اپنی قمری گاڑی سے باہر چہل قدمی اور کام کرتے رہے تھے۔ اپالو ۱۲ کے خلاباز اس سے کچھ زیادہ دیر تک ٹھہرے تھے لیکن اپالو ۱۴ کے خلاباز ۳۳ گھنٹے ۳۱ منٹ چاند کی سطح پر رہے۔ اپالو ۱۴ کی پرواز کے ذریعے پچھلی پروازوں کے مقابلے میں چاند کا زیادہ بہتر طور پر مطالعہ کیا گیا اور سائنسدانوں نے بہت زیادہ معلومات حاصل کیں لیکن خلا پر انسان کی گرفت ہنوز کمزور ہے۔ چاند تک پرواز کے لئے جدید ترین مشینیں تو تیار ہو گئی ہیں لیکن انسان ابھی تک چاند پر زیادہ عرصہ قیام کے قابل نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں چاند کی سطح پر اُترنے والی گاڑی کے ذریعہ انسان کی زندگی کو قائم رکھنے والی اشیاء محدود مقدار ہی میں بھیجی جا سکتی ہیں۔ ان اشیاء میں ایک آکسیجن ہے جو سانس لینے کے لئے ضروری ہے اور دوسری شے پانی ہے جو درجۂ حرارت پر قابو رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ ان چیزوں کی کمی کی وجہ سے خلابازوں چاند کی سطح پر جلد از جلد کام ختم کر کے واپس ہونا پڑتا ہے اور زیادہ دیر تک وہاں ٹھہرا نہیں جا سکتا۔

منصوبۂ اپالو کی پروازوں کا ایک بنیادی مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ چاند کن کن مادّوں پر مشتمل ہے اور ان مادّوں کے خواص کیا ہیں۔ اس امر کا

دار و مدار کہ انسان چاند سے کیا کام لے سکتا ہے اسی تحقیق کے نتائج پر ہے۔ اگر چاند پر ایسی معدنیات مل جائیں جو مفید لیکن زمین پر کمیاب یا نایاب ہیں تو پھر تجارتی بنیاد پر اُن کی کان کنی اور حصول کی کوشش کی جاسکتی ہے اور اگر چاند پر کچھ ایسے مادّے بھی مل جائیں جنہیں آسانی کے ساتھ زندگی کو برقرار رکھنے اور قمری اڈّے کی سرگرمیوں کو سہارا دینے والی چیزوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے تو پھر وہاں بستیوں کا قیام جلد ممکن ہو جائے گا۔

چاند پر عملی استعمال کے قابل مادّے موجود نہ ہونے کی صورت میں بھی، چاند کے بارے میں ارضیاتی تحقیق کو نہایت اہمیت دی جارہی ہے۔ کیونکہ چاند کی ساخت سے متعلق معلومات کی بنا پر زمین اور نظامِ شمسی کی ابتداء کے بارے میں بہتر علم حاصل ہو سکتا ہے۔

چاند پر ارضیاتی عمل موسموں یا سمندروں سے متاثر نہیں ہوتے اسلئے ان کے بارے میں بہتر معلومات حاصل ہو جانے سے زمین پر اسی قسم کے عملوں کے بارے میں ایک نئی فہم پیدا ہو جائے گی۔ اس طرح حاصل ہونے والی معلومات سے کان کنی، تیل کے ذخائر کی تلاش اور دوسرے زمینی وسائل سے استفادہ کرنے کی دوسری سرگرمیوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوسکتا ہے۔

اگر وسطِ ۱۹۷۲ء تک چاند پر پانی نہ مل سکا تو پھر منصوبے کے مطابق اُس سال اپالو ۱۹ کی پرواز کے دوران پانی تلاش کرنے کی بطور خاص کوشش کی جائیگی ــــــ پانی کی فراہمی چاند پر آباد ہونے والوں کو زمینی رسد سے آزاد کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کریگی۔

چاند پر جس قسم کی چٹانیں پائی جاتی ہیں اُن سے تجربہ گاہوں میں کیمیاوی ذرائع سے پانی حاصل کیا جاچکا ہے لیکن اس طریقے سے بڑے پیمانے پر کام لینا مشکل بھی ہے اور مہنگا بھی۔ اس طریقے سے پانی حاصل کرنے کے لئے چاند پر ایک بڑا ایٹمی بجلی گھر یا کسی دوسری نوعیت کا برق زا کارخانہ قائم کرنا پڑے گا۔ تاکہ اُس کارخانے کو چلانے کیلئے برقی رَو فراہم کی جاسکے جو کہ چاند کے پتھروں سے پانی حاصل کرے گا۔

منصوبہ اپالو کے تحت چاند تک انسان بردار پروازوں کا سلسلہ ۱۹۷۲ء میں ختم ہو جائے گا۔ امریکہ خلائی منصوبہ بندی کے ماہروں کو امید ہے کہ اس کے بعد زمین کے گرد مدار پر انسان بردار پروازوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس نئے سلسلے کی ابتدائی پروازوں میں منصوبہ اپالو کے اسی قسم کے خلائی جہاز استعمال کئے جائیں گے جیسے کہ چاند کے سفر میں استعمال کئے گئے تھے لیکن ان میں قمری گاڑی نہیں ہوگی۔ ان خلائی جہازوں کا عملہ ۲۸ دن تک اور بعد میں ۵۶ دن تک زمینی مدار پر رہے گا تاکہ طویل عرصے تک خلائی ماحول میں رہنے کے بعد جسمانی اور ذہنی ردّعمل کا تعین کیا جاسکے۔ اپالو خلائی جہاز کی مدد سے ایک بار مدار پر پہنچ جانے کے بعد اُس کا عملہ خلائی اسٹیشن میں منتقل ہو جائے گا جس کے اندر لوگ رہا بھی کرینگے

اور کام بھی کیا کریں گے۔ وہ دوبارہ زمینی فضا میں داخل ہونے کے لئے اپالو خلائی جہاز کے ذریعے ہی واپس آئیں گے

ان نئی پروازوں میں فلکیاتی اور طبی تحقیق کیجائیگی اور اس بات کی جانچ پڑتال بھی کی جائیگی کہ زمینی وسائل کو ترقی دینے مثلاً نقشہ کشی، چھان بین اور زرعی بندوبست میں خلا سے مشاہدہ کتنا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ زمینی فضا کی رکاوٹ پیدا کرنیوالے عوامل سے آزاد رہ کر اجرامِ فلکی کے مشاہدے کئے جا سکیں گے۔ طویل عرصہ تک بے وزنی کی حالت میں رہنے کے جو اثرات جسمانی افعال پر مرتب ہوں گے اُن کے بارے میں معلومات نہ صرف آئندہ خلائی سفر کی منصوبہ بندی کے لئے مفید ثابت ہونگی بلکہ اُن سے بعض بیماریوں کے علاج میں بھی استفادہ کیا جا سکے گا۔

خلائی اسٹیشن میں رہنے والے عملے کے ارکان صنعتی تحقیق بھی کریں گے۔ سائنسدانوں کو یقین ہے کہ بعض صنعتی کام ایسے ہیں جو زمین کے مقابلے میں خلا میں کہیں زیادہ بہتر طور پر سرانجام دیئے جا سکتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب کوئی سیّال مادہ یا پگھلی ہوئی چیز (اپنی حرارت کے کم ہو جانے کی بنا پر) جمتی یا ٹھوس شکل اختیار کرتی ہے تو زمین کی کششِ ثقل کی وجہ سے اُس مادے کے نسبتہً بھاری اجزاء کششِ ثقل کی سمت کھنچ آتے ہیں یعنی نیچے بیٹھ جاتے ہیں اور ہلکے اجزاء اُوپر آجاتے ہیں۔ اس کے بالمقابل خلا کی لاوزنی کی حالت میں سیّال مادے ٹھنڈے ہو کر سخت ہوں گے تو اُن میں مختلف اجزاء مکمل یکسانیت کے ساتھ ٹھوس شکل اختیار کر لیں گے۔ اسی بنا پر خلا میں کینگنے (بیئرنگ) عدسے، آئینے اور دوسری اہم چیزیں شاید اتنی صحت کے ساتھ بنائی جا سکتی ہیں کہ زمین پر اس طرح بنانا ممکن نہیں ہے۔ یہ طریقِ کار دو طرح سے فائدہ مند ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اس طرح سے تیار کئے جانے والے کینگنے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوں گے اور دوسرے ان کی تیاری کے لئے خلا میں کم توانائی درکار ہوگی۔ اس طرح اخراجات کم ہوں گے اور جو بچت ہوگی اس کے پیشِ نظر مدار پر گردش کرنے والے چھوٹے چھوٹے کارخانوں کے قیام پر رقم صرف کی جائیگی۔

یہ تمام مستقبل کی باتیں ہیں۔ بظاہر ان باتوں کی پائیداری اور حقیقت مشکوک نظر آتی ہے [illegible] یہ انہونی بھی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اپالو کے یہ منصوبے جس کامیابی سے اپنی منازل طے کر رہے ہیں اس سے یہ امید بندھتی ہے کہ ایسا ہو جائیگا۔ لیکن شاید اس کے لئے بھی راجر شیفی، ایڈورڈ وہائٹ اور گس گریسم جیسے خلابازوں کی قربانی کی ضرورت ہے۔

(مختلف جرائد سے اخذ شدہ)

ہمارے ناصر صاحب

(مکرم شیخ نصیر احمد صاحب۔ کراچی)

یہ ۱۹۴۷ء کا زمانہ تھا اور دسمبر کا مہینہ، مَیں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھنے کے لئے چنیوٹ پہنچا۔ اس وقت پہلی دفعہ استاذی المکرم محمد ابراہیم ناصر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اُن دنوں اُس مکان میں جس میں بعد میں حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ نے رہائش اختیار کی، سکول کا بورڈنگ ہاؤس قائم تھا۔ ناصر صاحب جو اُن دنوں بورڈنگ کے بھی انچارج تھے اُسی مکان کے ایک کمرہ میں رہتے تھے۔ وہ دن کتنی بے سروسامانی کے تھے، کھانا بھی عجیب وغریب ملتا تھا۔ کبھی صرف گوشت کبھی شلغم، کبھی کالی روٹیاں کبھی سیمنٹ کی طرح کے چاول سیمنٹ کی طرح کے اسلئے کہ جب انہیں پانی میں ڈال کر آگ پر رکھا جاتا تو وہ بالکل سیمنٹ کی مانند جم جاتے تھے۔ کوئی جوش یا اُبال اُن میں نہیں اُٹھتا تھا۔ بورڈنگ کے قدیم باورچی خوشی محمد مرحوم نے اُن کا نام سیمنٹ رکھا ہوا تھا۔ غرضیکہ عجیب کسمپرسی کی حالت تھی لیکن وہ دن اب بھی جب یاد آتے ہیں تو ایک خوشگوار یاد دل میں اُٹھتی ہے اور ایک فخر کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ ہم نے اُن دنوں کو پایا!

ہاں تو مَیں ذکر کر رہا تھا ناصر صاحب کا جن کے نام کے ساتھ "مرحوم" لکھنے پر طبیعت ابھی تک آمادہ نہیں ہو رہی لیکن بہرحال یہ حقیقت ہے اور حقیقت کو ماننے پر خواہ ہم آمادہ ہوں یا نہ ہوں وہ اپنے آپ کو منوا کر چھوڑتی ہے۔

۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۵۰ء تک میرا اور ناصر صاحب کا استادی شاگردی کا تعلق قائم رہا۔ اور ۱۹۵۰ء سے لے کر جنوری ۱۹۶۸ء تک جب جلسہ سالانہ پر اُن سے آخری ملاقات ہوئی، تعلقات کا جو رنگ تھا وہ بھی اپنے اندر عجیب خوشگواری کا رنگ لئے ہوئے تھا۔ اصل میں سکول کے زمانہ میں ہمارے استادوں کا سلوک ہمارے ساتھ کچھ ایسا عجیب اور مثالی تھا کہ اُن سے جو دلی تعلق اُس زمانے میں قائم ہوا اُسے زمانہ توڑ نہ سکا۔ آج بھی جب ہم اپنے کسی پرانے استاد کو دیکھ پاتے ہیں، تو ایک عجیب خوشی کی لہر جسم میں دَوڑ جاتی ہے اور خود استاد صاحبان بھی ہمیں دیکھ کر باغ باغ ہو تے، گلے لگاتے اور محبت کے ساتھ حال پوچھتے ہیں۔

اُس زمانہ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں اعلیٰ درجوں کو ریاضی پڑھانے کے لئے دو استاد تھے۔ ایک جناب چوہدری عبد الرحمٰن صاحب مرحوم اور

دوسرے جناب محمد ابراہیم ناصر صاحب مرحوم دونوں ریاضی اور تدریس کے چوٹی کے ماہر تھے، اب دونوں اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ چوہدری صاحب ریاضی کی مشہور کتاب "مدینہ ریاضی" کے مصنف تھے۔ وہ جب پڑھائی شروع کرواتے تو شروع کے چند روز دعائیں ہی کرواتے رہتے۔ سالانہ امتحان سے ایک دن قبل وہ ایک خاص کلاس لیتے تھے اور جو طالبعلم اُس کلاس میں شریک ہو چکے ہیں وہ اِس بات پر گواہ ہیں کہ اس کلاس میں وہ تمام سوال جو اگلے دن کے پرچے میں آنے ہوتے تھے حل کروا دیا کرتے تھے حالانکہ انہیں پرچے کا کوئی علم نہیں ہوتا تھا۔ یہ محض خداداد قابلیت تھی۔ اُن کی اس کلاس کے بارہ میں مشہور تھا کہ اگر کوئی لڑکا سارا سال ریاضی پر توجہ نہ دے اور وہ اس کلاس میں توجہ سے بیٹھا رہے تو پاس ہو سکتا ہے۔

ریاضی کے دوسرے استاد ناصر صاحب مرحوم تھے۔ وہ ہر کام بڑے قرینہ سے کرتے تھے اور بڑے نفاست پسند تھے۔ اُن کا خط بھی اتنا پیارا اور پاکیزہ تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے موتی پروئے ہوں۔ لڑکوں میں بھی جن کا خط اچھا تھا انہیں وہ خاص طور پر پسند کرتے تھے۔

سکول میں طریقہ تھا کہ میٹرک کے ایک فریق کو چوہدری صاحب اور دوسرے کو ناصر صاحب ریاضی پڑھاتے تھے اور دونوں فریقوں میں ایک مقابلہ کی سی کیفیت رہتی۔ لیکن یہ مقابلہ صرف طلباء تک ہی محدود رہتا۔ دونوں ماسٹر صاحبان نے کبھی مقابلہ کا خیال بھی نہ کیا تھا۔ وہ لوگ ان باتوں سے بلند اور مخلص انسان تھے۔!

مَیں نے ریاضی ناصر صاحب سے پڑھی۔ طریقہ یہ تھا کہ ایک استاد آٹھویں سے ہی کلاس کو سنبھال لیتا تھا اور وہی اُس کو نویں اور دسویں میں بھی پڑھاتا تھا۔ ناصر صاحب کی عادت تھی کہ وہ شروع شروع میں طلباء کو سزا دیتے تھے اور جب لڑکوں پر اُن کا "رعب" بیٹھ جاتا تو پھر دو اڑھائی سال بہت کم سزا دیتے۔ (ہائے اُس "رعب" میں بھی کیا مزا تھا!) سزا دینے میں بھی با اصول تھے۔ ایک قصور پر ایک لڑکے کو جو سزا دیتے باقی قصور واروں کو بھی اتنی ہی سزا ملتی۔ یہ نہیں کہ پہلے لڑکوں کی زیادہ پٹائی ہو گئی اور اخیر والے سستے چھوٹے۔ یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ کسی لڑکے کو سزا دیتے وقت اس کی کسی نازیبا حرکت سے غصہ میں آکر اُسے زیادہ مارا، نہیں بلکہ اگر گھر کا کام نہ کرنے پر پہلے لڑکے کو تین بید لگائے ہیں تو باقی سب قصور واروں کو بھی تین تین بید ہی لگتے تھے۔ یہ نہیں کہ کسی کو دو اور کسی کو چار۔ ناصر صاحب عام طور پر بہانے کو وقعت نہ دیتے تھے۔ گو بہانہ ساز کی بات پوری طرح تحمل سے سُنتے اور جب وہ بات ختم کرتا تو پوچھتے "اور کچھ"۔ وہ چُپ ہو جاتا تو کہتے "نکالو ہاتھ"۔ میرے ساتھ ایک دفعہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ مَیں گھر سے کام کر کے نہیں آیا تھا لیکن عذر معقول تھا کہ میرے دائیں ہاتھ پر چوٹ لگ گئی تھی اور مَیں لکھ نہیں سکا تھا سب سے پہلے مجھ ہی سے کام پوچھا گیا اور مَیں نے عذر پیش

کر دیا۔ چہرے پر کچھ ناگواری کے آثار پیدا ہوئے لیکن مجھے سزا نہ دی کیونکہ عذر بہر حال معقول تھا۔ مگر اُس دن ہم نے عجیب بات دیکھی کہ اُس دن آپ نے کسی کو بھی سزا نہ دی۔ کہنے لگے "آج نصیر صاحب نے آپ کو بھی سزا سے بچا دیا ہے۔ جب مَیں نے کام نہ کرنے پر ان کو سزا نہیں دی تو آپ کو کیسے دوں؟" (ناصر صاحب مجھے کبھی نصیر نہیں، نصیر صاحب ہی کہتے تھے)۔

اتفاق کی بات ہے کہ مَیں نے اُن سے بہت کم سزا لی۔ ایک دفعہ دسویں جماعت میں جب کہ ہمارے امتحان میں تھوڑا ہی عرصہ باقی تھا اور مَیں ابھی تک ناصر صاحب کی سزا سے بچا ہوا تھا۔ آپ کلاس میں آئے اور پوچھنے لگے کہ "کوئی ایسا لڑکا بھی ہے جس ابھی تک مجھ سے سزا نہ لی ہو؟" مَیں کھڑا ہو گیا، تو کہنے لگے "اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ابھی تک ہمارے شاگرد نہیں بنے"۔ (اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے بھی "شاگرد" بننے کی سعادت نصیب ہو گئی)۔

پنجاب میٹرک میں سب سے پہلی دفعہ ہماری کلاس کو امتحان میں ریاضی اور سائنس کے پرچے اُردو میں حل کرنے کی اجازت ملی تھی، چنانچہ ہم جیومیٹری اُردو میں پڑھا کرتے تھے اور اُس وقت چونکہ اُردو اصطلاحات عام نہ تھیں اسلئے ہم چند لڑکے خاص طور پر اصطلاحات ڈھونڈا یا بنایا کرتے تھے۔ ناصر صاحب اس معاملہ میں کبھی کبھی مجھ سے پوچھا کرتے کہ انگریزی کی فلاں اصطلاح کا اُردو مترادف کیا ہے؟ اور مَیں بتا دیا کرتا تو بہت خوش ہوتے۔ (اسی طرح استاذی المکرم صوفی غلام محمد صاحب حال ناظر بیت المال خرچ بھی جب سائنس پڑھاتے تو مجھ سے سوال کرتے کہ کیوں بھئی نصیر! اس کو اُردو میں کیا کہتے ہیں؟) اس کا مطلب یہ نہیں کہ مَیں اپنے استادوں سے زیادہ جانتا تھا بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ وہ ساری عمر انگریزی میں یہ چیزیں پڑھاتے رہے تھے اور ایک دم اُردو کی تمام اصطلاحیں زبان پر نہیں چڑھ سکتی تھیں۔

ناصر صاحب اور میرے تعلقات کا ایک عجیب دور بھی گزرا۔ مَیں نے اپنی کم فہمیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ناصر صاحب کا مخالف بنا لیا تھا بلکہ مَیں تو اپنے آپ کو اُن کا باقاعدہ دشمن تصور کرتا تھا (ناصر صاحب کو اپنا دشمن نہیں خیال کرتا تھا) اور اکثر و بیشتر بعض ناواجب باتیں بھی کر گزرتا، یا لڑکوں کی مجالس میں اُن کے خلاف منصوبے بناتا، اور اکثر باتوں کی ناصر صاحب کو خبر ہو جاتی تھی اور مجھے بھی پتہ چل جاتا کہ ناصر صاحب کو اِس بات کا پتہ چل گیا ہے لیکن کیا مجال کہ کبھی اُن کے ماتھے پر بل پڑا ہو یا کبھی انہوں نے مجھ سے اس بارہ میں پوچھا ہو یا اُن کے سلوک میں فرق آیا ہو۔ بلکہ کبھی کبھی تو (شاید اِس خیال سے کہ نصیر یہ نہ سمجھ لے کہ یہ سزا مجھے اُس دشمنی کی وجہ سے دی گئی ہے) مَیں اُس "دشمنی" کی وجہ سے سزا سے بھی بچ جاتا تھا اور یہ میرے ساتھ ایک امتیازی سلوک ہوتا تھا۔ کتنا بڑا ظرف تھا ناصر صاحب

کما کہ میں خود بھی اپنی جگہ مطمئن ہوتا تھا کہ مجھے ناصر صاحب کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں، گو میں اپنی طرف سے کوئی کسر بھی نہ چھوڑتا تھا، شاید اسلئے کہ میں اُس وقت اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔

ناصر صاحب کو ہومیو پیتھی سے بڑا شغف تھا اور وہ ہر اُس شخص کو جو اُن کو علاج کے لئے کہے، بلا معاوضہ دوا دیتے تھے، ہم لوگوں کو دوا کی شیشی ہی اُٹھا کر دیدیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ شیشی خالی ہوجائے تو مجھے دے جانا لیکن ہم اپنی لاپرواہی سے کم ہی شیشیاں واپس کرتے تھے مگر انہوں نے کبھی دوبارہ پوچھا نہیں کہ شیشی نہیں دی۔ ہاں خود ہم نے واپس کو دی تو کردی ورنہ ہمارے پاس ہی ضائع ہوجاتی۔

لکھنے کے معاملہ میں چونکہ نفاست پسند تھے اسلئے قلم نہایت عمدہ یعنی پارکر کا رکھتے۔ کاغذ بھی عمدہ استعمال کرتے۔ روشنائی عموماً سیاہ رنگ کی استعمال کرتے کہ اس سے حروف اور بھی نمایاں اور خوشنما نظر آتے ہیں۔

۱۹۴۹ء کی تعطیلات میں اکثر طلباء محاذِ کشمیر پر گئے ہمارے اکثر اساتذہ بھی ساتھ تھے۔ ان کا سلوک وہاں پر ہمارے ساتھ ایسا ہی تھا جیسے باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ۔ بلکہ بعض لڑکے تو باقاعدہ جا کر کہتے کہ ابا جی! یہ چیز چاہیئے اور "ابا جی" اپنی جیب سے روپے دیکر وہ چیز خرید دیتے۔ کشمیر میں خاص طور پر ناصر صاحب اور صوفی غلام محمد صاحب کا سلوک ہمارے ساتھ مثالی تھا۔

اب وہ دن نہ رہے، لیکن اُن دنوں کی خوشگوار یادیں ضرور قائم ہیں۔

جلسہ سالانہ پر ناصر صاحب سے ملاقات ہوا کرتی تھی لیکن جلسہ پر آنکھیں اُن کو تلاش کریں گی لیکن پا نہ سکیں گی +

دُنیا کی بے ثباتی

(محترم جناب حکیم سیّد عبد الہادی صاحب)

عیشِ دنیا پر نہ بھولو دل کو غم کھانا بھی ہے
پھول گلشن میں کِھلا جو اُس کو مُرجھانا بھی ہے

آکے جاتے ہیں یہیں سے سب عدم آباد کو
ہے یہی دُنیا جہاں آنا بھی ہے جانا بھی ہے

سربلندی پر نہ اپنی اس قدر مغرور ہو
یاد رکھ لو ایک دن پستی میں مل جانا بھی ہے

چند روزہ زندگی کو دائمی سمجھا ہے کیوں
چھوڑ کر اسبابِ دُنیا تجھ کو مر جانا بھی ہے

یہ سرا ہے چند روزہ آخری منزل نہیں
اِس سرا سے اے مسافر کوچ کر جانا بھی ہے

خواب سے بیدار ہو کے کچھ اب بھی ہوش کر
ایک دن غفلت کا بدلہ تجھ کو مل جانا بھی ہے

ہر قدم پر سینکڑوں رہزن ہیں تیرے فکر میں
گامزن ہونا سنبھل کر ورنہ لُٹ جانا بھی ہے

جا رہے ہیں لاکھوں انساں اپنی منزل کی طرف
رہ روانِ کارواں کو کچھ تو سمجھانا بھی ہے

اپنی منزل سے ہزاروں ہیں ابھی بھٹکے ہوئے
راہِ حق دکھلا کے اُن کو راہ پر لانا بھی ہے

مان لو مامورِ حق کو ورنہ اک دن دیکھنا
داورِ محشر کے آگے تجھ کو پچھتانا بھی ہے

لے کے آئے ہو ہوس جنّت کی تم اے منکرو
پر مسیحائے زماں کو تم نے پہچانا بھی ہے

منصفی ہوگی وہاں ہر فعل کے انجام پر
اپنے اپنے فعل کا ہر کو ثمر کھانا بھی ہے

بھیج کر مامورِ حق تم پر کیا حُجّت تمام
اب اسی ذریعہ سے تم کو حق سے مِلجانا بھی ہے

آخری منزل پہ ہے کسٹم آفس بھی کھلا
جس جگہ پرمٹ و ویزہ تم کو دکھلانا بھی ہے

شادماں رہنا ہے تم کو گر وہاں تو یہاں
شادمانی کے لئے کچھ کام کر جانا بھی ہے

سوچ لو دُنیا میں تم نے کتنے عمل اچھے کئے
یہ جہاں دار العمل ہے کچھ تو لے جانا بھی ہے

زادِ رہ رکھ لو عمل کا کہتے ہیں ہادی تجھے
حرزِ جاں اس کو بنا کر ساتھ لیجانا بھی ہے

از قلم جناب عاصم صحرائی صاحب
(ایم۔اے نفسیات گورنمنٹ کالج لاہور)

تلازُم

ایک نفسیاتی اصطلاح

انسان کو سب سے پہلے جب اپنے مدعا کے اظہار کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اپنے جسم کی حرکات کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ اس کے بعد آواز کے اُتار چڑھاؤ سے کام لیا۔ رفتہ رفتہ وہ اشیاء کو مخصوص ناموں سے پہچاننے لگا۔ اشیاء کے یہ نام اس کے اپنے تفویض کردہ ہے۔

ایک بچہ کی مثال لیجئے۔ ابتداء میں وہ محض جسم کی حرکات وسکنات اور ہاتھ کے اشاروں کنایوں سے کام لیتا ہے۔ پھر مختلف قسم کی آوازیں نکالتا ہے۔ بعد ازاں کچھ نام سیکھتا ہے۔ پھر ان ناموں اور اشیاء میں ربط پیدا کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسے ان تمام چیزوں پر مکمل قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان کے اس عبوری دور کی ایک جھلک ہیلن کیلر کی سوانحعمری میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ وہ لکھتی ہیں:۔ "جلد ہی مجھے دوسروں سے رابطہ پیدا کرنے کا شدید احساس ہوا چنانچہ میں نے اپنے جسم کی حرکات کی مدد سے اپنا مافی الضمیر ادا کرنا شروع کیا۔ جب مجھے "ہاں" کہنے کی ضرورت ہوتی تو میں اپنے سر کو تھوڑا سا جھکا لیتی اور جب مجھے "نہیں" کہنا مقصود ہوتا تو میں سر کو ایک جھٹکا دے دیتی۔ روٹی کی طلب ہوتی تو ڈبل روٹی کاٹنے اور انہیں مکھن لگانے کی نقل اُتارتی۔ اور جب آئس کریم کھانے کا شوق پیدا ہوتا تو میں ہاتھ سے برف کی نقل اُتارتی۔ ان تمام اشاروں سے میری ماں میرا مقصد بخوبی سمجھ جاتی تھی"۔

اشاروں کنایوں کا ذکر چل نکلا ہے تو ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ ایک بار ایک صاحب کسی دوسرے ملک تشریف لے گئے جہاں کی زبان اور لوگ اُن کے لئے بالکل اجنبی تھے۔ انگریزی یہ نہیں جانتے تھے اور اُردو اُنہیں نہیں آتی تھی۔ ایک دن یہ صاحب کسی ہوٹل میں گئے وہاں اُنہیں انڈا کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے بیرے کو بلایا اور لگے اشاروں سے سمجھانے لیکن "وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات" کا مصداق بنا رہا۔ آخر ان صاحب کو ایک ترکیب سوجھی۔ یہ صاحب فوراً مرغے کی طرح بیٹھ گئے۔ دونوں بازوؤں کو "پروں" کی طرح ہلایا۔ پھر مرغے کی طرح اذان دی اور اس کے بعد ہاتھ سے گول شے بنائی۔ بیرا ان کا مفہوم سمجھ گیا اور فوراً انڈا لے آیا۔

یہ تو خیر لطیفہ تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ دوسری مخلوقات پر انسان کی برتری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف سوچتا اور محسوس کرتا ہے بلکہ اپنے خیالات و احساسات کو "الفاظ" کا رنگ دے کر دوسروں کے سامنے پیش بھی کر سکتا ہے۔ وہ فوراً اشیاء کے درمیان ایک تعلق اور آہنگ پیدا کر لیتا ہے۔ اسے خود کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ڈھالنے اور نئے حالات سے توافق پیدا کرنے میں بھی مہارتِ تامّہ حاصل ہے۔

موجودہ حالات کے بارے میں سوچنا اور اُن کا گزشتہ واقعات سے تعلق پیدا کرنے کا نام، نفسیات کی زبان میں 'تلازم' (ASSOCIATION) ہے۔

ہمارا 'شعور' (CONSCIOUSNESS)، احساسات اور فطری رجحانات کے ایک رواں دواں دریا کا نام ہے۔ 'شعور' کی مثال اس سمندر کی ہے جس میں سے ہر وقت بے شمار لہریں اُٹھتی ہیں اور تھوڑی دیر بعد آپس میں ٹکرا کر اپنے وجود کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیتی ہیں۔ شعور کے مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ ہر مرحلے کا سب سے زیادہ 'حیات افروز نقطہ' اس کا مرکزی حصہ ہوتا ہے۔ اس نقطے سے مراد وہ 'شے' ہے جو کسی وقت ہمارے ذہن پر سب سے زیادہ چھائی ہوئی ہو۔

ذہن سے اُٹھنے والی لہروں کو سمجھنے اور اُن کا تجزیہ کرنے کے لئے ہمیں ذہن سے اُٹھی ہوئی گزشتہ لہروں سے استمداد حاصل کر کے موجودہ اور گزشتہ لہروں کے درمیان تعلق پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اس عمل کو نفسیات کی زبان میں تلازمِ خیالات (ASSOCIATION OF THOUGHTS) کہتے ہیں۔

تلازم کے دو بنیادی اصول ہیں، پہلے اصول کو ہم 'قانونِ اتّصال' اور دوسرے کو 'قانونِ مشابہت' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ قانونِ اتّصال ہمیں اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ آنیوالی لہر کا تعلق ان 'تصوّرات' سے ہوگا جو کسی سابقہ تجربات میں موجود تھے۔ جب ہم کوئی زبانی یاد کی ہوئی "شے" دُہراتے ہیں تو گویا قانونِ اتّصال کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اسی طرح کسی شے کو دیکھ کر اس کا نام یاد آجانا یا کسی شے کا نام سُنکر اس شے کا یاد آجانا قانونِ اتّصال کہلاتا ہے۔

'قانونِ مشابہت' یہ ہے کہ جب 'قانونِ اتّصال' واقعات کے بیان میں ناکام ہو جائے تو 'قانونِ مشابہت' موجودہ اور آنے والی اشیاء میں "مشابہت" پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی تازہ بھُولی ہوئی عبارت کا کچھ حصہ یاد آتا ہے تو باقی حصے بھی خود بخود یاد آنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم کسی شخص کا نام بڑی مشکل سے ذہن کے تاریک گوشوں سے کھینچ لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کی باقی صفتیں مثلاً اس کی جلد کی رنگت، چہرے کے نقوش، اس کی آواز کا

زیر و بم، اس کی چال ڈھال، ہر شے خود بخود یاد آنے لگتی ہے۔ ذہن میں یکے بعد دیگرے آنیوالے "تصورات" کے درمیان جو تعلق قائم ہوتا ہے اس کی وجہ یہی قانونِ مشابہت ہے۔

تلازم کی وجوہ معلوم کرنے کے لئے ماہرین ابھی تک مصروفِ جستجو ہیں۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ تلازم کو دو صنفوں میں تقسیم کرنا نہایت مضحکہ خیز بات ہے۔ ان کے نزدیک "اتصال" اور "مشابہت" کی تقسیم کوئی معانی نہیں رکھتی۔ ولیم جیمز بھی اس خیال کا مؤید ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ تلازم کا یہ تصوّر محض ہمارے اپنے ذہن کی ساخت ہے جس کا حقیقت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔

نفسیات میں تلازم کا مسئلہ "ریڑھ کی ہڈی" کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات کا خیال ہے کہ اگر ہم تلازم کی حقیقت کو سمجھ لیں اور اس کے اصولوں پر کامل عبور حاصل کر لیں تو ہمیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوگی کہ ہم اس کی مدد سے کتنے ذہنی اعمال کی وضاحت کر سکتے ہیں۔ تلازم کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ولیم جیمز کا یہ اصول بہت مفید ثابت ہوگا۔ "کسی شخص کی فطرت اور اس کی سیرت فی الحقیقت اس کے تلازمات کے سوا کچھ بھی نہیں۔"

تلازم کا عمل ہر شخص میں مختلف ہوتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص کے تلازم پر اس کی تعلیم، سیرت اور اس کے گزشتہ تجربات اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی شخص کے ماضی کو کھنگالنے، اس کی عادات و اطوار کا پتہ چلانے اور اس کے لاشعور میں خوابیدہ خواہشات کا سُراغ لگانے کے لئے "تلازم" کو بھی بروئے کار لایا جاتا ہے۔

فرض کیجئے آپ اپنے دوستوں میں بیٹھے ہیں، محفل میں مکمل سکوت طاری ہے۔ آپ کے سامنے والی دیوار پر لفظ "نیلا" لکھا ہوا ہے۔ آپ کے سب دوستوں کی نگاہ اس "لفظ" پر پڑ رہی ہے۔ اب آپ کے ہر دوست کا تلازم دوسرے سے مختلف ہوگا۔ کوئی تو نیلے آسمان، چمکتے ہوئے چاند اور ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کے بارے میں سوچنے لگ جائے گا۔ کسی کو گزشتہ سردیوں میں جلا ہوا اپنا "نیلا سوٹ" یاد آجائے گا۔ کسی کے ذہن میں اس "نیلے رومال" کی یاد تازہ ہو جائیگی جو اُسے گزشتہ سالگرہ پر اس کے کسی دوست نے تحفہ کے طور پر دیا تھا، لیکن غفلت کی وجہ سے کہیں گم ہو گیا۔ لفظ "نیلا" بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن ہر شخص نے اپنے گزشتہ تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اس سے کوئی نہ کوئی تلازم پیدا کر لیا۔

تنہائی کے لمحات میں ہمارا ماضی، ہمارے ذہن کی لوح پر یوں گردش کرتا ہے جیسے پردہ اسکرین پر فلم۔ آخر کیوں؟ اس کی وجہ بھی تلازم

ہے۔ جس طرح ایک دیپ سے دوسرا دیپ اور دوسرے دیپ سے تیسرا دیپ جلتا ہے، بعینہٖ ایک خیال سے دوسرا خیال اور دوسرے سے تیسرا خیال جنم لیتا ہے۔ اور جب تک کوئی شے ہمارے خیالات و تصورات کو منقطع نہیں کر دیتی، خیالات و تصورات کا یہ لامتناہی سلسلہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ذہن کے پردے پر رقصاں رہتا ہے۔

آپ نے کبھی محسوس کیا ہوگا کہ دورانِ مطالعہ کوئی لفظ یا جملہ ایسا آتا ہے کہ آپ کتاب کے نفسِ مضمون کو نظر انداز کر کے اپنی سوچ میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ وہ کون سی شے ہے جو آپ کی توجہ کو منتشر کر کے آپ کو یادوں کے جنگل میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ جاتی ہے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ وہ لفظ یا جملہ کسی اور لفظ، خیال یا تصور کے لئے مہمیز کا کام دیتا ہے اور پھر خیالات کی حدت، "لمحاتِ گزشتہ کی برف" کو کچھ اس تیزی سے تحلیل کرتی ہے کہ آپ اس پر "پھسلتے" ہوئے اپنا سارا ماضی "چھان" ڈالتے ہیں۔

ماہرِ نفسیات جب کسی شخص کے "لاشعور" (UNCONSCIONS) کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زنی کرنا چاہتا ہے تو وہ تلازم ہی کا سہارا لیتا ہے۔ تلازم کی دو [۲] قسمیں ہیں:۔

۱۔ آزاد تلازم

۲۔ پابند تلازم

"آزاد تلازم" میں "معمول" (SUBJECT) کو اس بات کی کھلی اجازت ہوتی ہے کہ اس کے ذہن میں جو لفظ بھی آئے، اُسے بلا جھجک بولتا چلا جائے لیکن فرائڈ (FREUD) اس طریقِ کار سے متفق نہیں۔ اس کے نزدیک یہ انتہائی مضحکہ خیز اور غیر سائنسی طریقِ کار ہے۔ کیونکہ اس طرح ماہرِ نفسیات کبھی "معمول" کے ذہن کے تاریک گوشوں میں کبھی بھی نہیں جھانک سکتا۔ البتہ "پابند تلازم" ایک ایسا طریقِ کار ہے جو "مریض" کے لاشعور کو کھنگالنے اور اس میں چھپی ہوئی نا آسودہ اور تشنۂ تکمیل خواہشات کا کھوج لگانے میں ممد ثابت ہو سکتا ہے۔

اس طریقِ کار میں ایک نقص بھی ہے وہ یہ کہ اس کی بدولت ایک نفسیات دان کسی شخص کے ماضی کو تو کھنگال سکتا ہے لیکن اس کے مستقبل کے بارے میں کوئی رائے زنی نہیں کر سکتا۔ تاہم ماہرینِ نفسیات اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ ایسا طریقہ دریافت کر لیں یا پھر اس طریقِ کار کو ہی اتنا جامع بنا دیں کہ یہ انسانی شخصیت کے ہر دو (ماضی اور مستقبل) پہلوؤں پر حاوی ہو سکے۔ دیکھئے اس سلسلے میں ان کی کوششیں کب ثمر آور ہوتی ہیں۔ ✦

مجالس خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاسز و اجتماعات

(مرتبہ محترم مبارک احمد صاحب خالد نائب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ جماعت کے نوجوانوں کے اندر دینی رُوح پیدا ہو۔ اور دینِ اسلام کا ان کو زیادہ سے زیادہ علم ہو۔ اور اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ اس مقصد کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ ہماری تربیتی کلاسز اور ہمارے اجتماعات ہیں۔ چنانچہ مرکز نے مجالس اور قائدینِ اضلاع پر بار بار زور دیا تھا کہ تربیتی کلاسز اور اجتماعات ایسے رنگ میں منعقد کریں کہ زیادہ سے زیادہ خدام اور مجالس ان سے استفادہ کر سکیں۔

مرکز کی اِس ہدایت کی تعمیل میں اکثر اضلاع نے اِس بات کا اہتمام کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تربیتی کلاسز اور اجتماعات، نمائندگی مجالس اور اپنے پروگرام کے لحاظ سے بہت کامیاب رہے۔ ان کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے :-

۱- اجتماعات

(۱) ضلع نواب شاہ اور ضلع خیرپور کا مشترکہ اجتماع ہوا (۲) ضلع تھرپارکر (۳) ضلع پشاور (۴) ضلع حیدرآباد (۵) ضلع لائل پور میں ضلعی لیول پر اجتماعات منعقد ہوئے جن میں ضلع بھر کی مجالس اور خدام و اطفال شریک ہوئے۔

(۶) مجلس کراچی (۷) مجلس ڈرگ روڈ (۸) مجلس لائل پور شہر کے اجتماعات ہوئے۔

۲- تربیتی کلاسز

ضلع لاہور میں ۲۶ مقامات پر، ضلع سرگودھا میں ۱۶ مقامات پر۔ ضلع ساہیوال میں ۹۔ ضلع کراچی میں ۳۔ ضلع بہاولنگر میں ۳ مقامات پر مجالس کی تربیتی کلاسز منعقد ہوئیں۔

۲۔ ضلع مظفر گڑھ میں ایک۔ ضلع ملتان میں دو۔ ضلع حیدرآباد میں ایک۔ ضلع گجرات میں ایک۔ ضلع جہلم میں ایک۔ ضلع لائل پور میں پانچ۔ ضلع راولپنڈی میں ایک۔ ضلع تھرپارکر میں چار۔ ضلع سیالکوٹ میں چار۔

ضلع جھنگ میں ایک۔ ضلع خیرپور میں ایک۔ ضلع شیخوپورہ میں تین۔ ضلع گوجرانوالہ میں تین۔ ضلع ساہیوال میں ایک۔ ضلع رحیم یار خاں میں دو ضلعی اور حلقہ وار تربیتی کلاسز ہوئیں۔ جن میں ضلع اور حلقہ جات کی مجالس کے خدام و اطفال بھی شامل ہوتے رہے۔

۳۔ مقامی تربیتی کلاسز

بڑی مجالس میں سے مجلس لائل پور شہر۔ مجلس ڈرگ روڈ۔ مجلس مغل پورہ مجلس ڈھاکہ مجلس کراچی۔ مجلس راولپنڈی۔ حیدر آباد نے اپنے ہاں ضلعی کلاسز کے علاوہ بھی تربیتی کلاسز منعقد کیں۔

نوٹ:۔ یہ خاکہ صرف ان تربیتی کلاسز کا ہے جن کی رپورٹس ہمیں ملی ہیں۔ ابھی بہت سی مجالس اور اضلاع ایسے بھی ہیں جن میں تربیتی کلاسز منعقد ہوئی ہیں لیکن انہوں نے رپورٹ نہیں بھجوائی۔ اسلئے وہ اس میں شامل نہیں ہو سکیں۔

اخبارِ مجالس

(مرتبہ:- محترم مبارک احمد صاحب خالد نائب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

لائل پور شہر

مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر نے ضلعی سطح پہ مؤرخہ ۱۳-۱۴ اگست ۱۹۷۱ء کو تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا۔ اس اجتماع میں ضلع لائل پور کی تحصیل لائل پور اور تحصیل جڑانوالہ کے ۲۸۵ خدام و اطفال نے شمولیت کی۔

اس کا افتتاح مؤرخہ ۱۳ اگست محترم چوہدری غلام دستگیر صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لائلپور شہر نے فرمایا۔

مکرم سعید احمد صاحب اظہر مربی سلسلہ نے خدام کو ترجمہ نماز اور دینی اختلافی مسائل سکھائے۔

اس اجتماع کے دوسرے اجلاس میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے خدام و اطفال سے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ:-

"محض توحید کا زبان سے اقرار کرنا کافی نہیں۔ بلکہ عملی زندگی میں توحید کو نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں شرک فی الاسباب سے بچنے کی تلقین فرمائی نیز فرمایا کہ ہم مخلوق کی خدمت جہاں اُن کے دُکھ درد میں شریک ہو کر کرتے ہیں وہاں رُوحانی بیماریوں سے نجات دلانے کے لئے بھی خدمتِ خلق کرنی چاہیئے اور احمدیت کے پیغام کو غیر از جماعت دوستوں تک پہنچا کر اُن کے لئے روحانی نجات کا سامان پیدا کرنا چاہیئے۔"

محترم صدر صاحب کے خطاب کے بعد مکرم چوہدری احمد دین صاحب ناظم اعلیٰ انصار اللہ ضلع لائل پور اور مکرم چوہدری عبد الغنی صاحب نائب ناظم انصار اللہ ضلع لائل پور نے خدام سے خطاب فرمایا۔ اس اجلاس کی کارروائی ½۵ بجے تک جاری رہی۔

کھیلیں:- چھ بجے شام لائل پور شہر اور ضلع کے خدام کے مابین فٹ بال کا میچ ہوا۔ ضلع لائل پور کی ٹیم نے شہر کی ٹیم کو ایک گول سے ہرا دیا۔

علمی مقابلے:- نماز مغرب و عشاء اور کھانے کے بعد رات ۹ بجے علمی مقابلے شروع ہوئے جن

میں ۱۰½ بجے تک تلاوتِ قرآن کریم، نظم اور تقریروں کے مقابلہ جات ہوتے رہے۔

اجتماع کا دوسرا دن مورخہ ۱۴ اگست کو

اجتماع کے دوسرے دن کا پروگرام نمازِ تہجد سے شروع ہوا۔ نمازِ تہجد، نماز فجر کی ادائیگی، درس قرآن مجید اور درس حدیث کے بعد یوم پاکستان کے سلسلہ میں مکرم مرزا نصیر احمد صاحب مربی گوکھووال نے تفصیل سے قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کی مساعی کا ذکر کیا۔ علاوہ ازیں پاکستان کے استحکام اور سلامتی کے لئے اجتماعی دعا بھی کی گئی۔ دعا کے بعد مشعلِ راہ سے درس دیا گیا۔

اجتماعی وقارِ عمل

اجتماع کے پروگرام میں اجتماعی وقارِ عمل بھی شامل تھا۔ جو محلہ کریم نگر بالمقابل کریسنٹ مل سرگودھا روڈ پر منایا گیا۔ مقامِ اجتماع سے تمام خدام و اطفال کو مقامِ وقارِ عمل ٹرالیوں کے ذریعہ پہنچایا گیا۔ وقارِ عمل کی جگہ پر چونے سے نشانات لگے ہوئے تھے۔ ۶½ بجے وقارِ عمل شروع ہوا ۸½ بجے تک جاری رہا۔ ۲۱۵ خدام، ۲۷ اطفال نے دو گھنٹے کام کر کے ۱۲ فٹ چوڑی اور ۵۰۰ فٹ لمبی سڑک پر ایک فٹ مٹی ڈالی۔

جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب ایم۔ پی۔ اے، جناب کرنل محمد اسلم صاحب چیئرمین میونسپل کمیٹی لائلپور اور اخبار "نقیب" کے نمائندے نے وقارِ عمل کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور خدام کے کام کو بہت سراہا۔ جناب کرنل محمد اسلم صاحب چیئرمین میونسپل کمیٹی لائلپور نے کمیٹی کی طرف سے خوشنودی کا سرٹیفکیٹ بھی دیا۔

پکنک

اجتماع کے پروگرام میں پکنک کا پروگرام بھی رکھا گیا تھا اسلئے جائے وقارِ عمل سے خدام کو ٹرالیوں کے ذریعہ شہر سے ۹ میل دور گٹ والا پل شیخوپورہ روڈ پر پہنچایا گیا۔ ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک خدام نہر میں نہاتے رہے۔ اس جگہ خدام کے تیراکی اور کبڈی کے مقابلے بھی ہوئے۔ ۱۲ بجے کھانا کھلایا گیا اور اس کے بعد خدام کا علمی اور ذہنی قابلیت کا امتحان لیا گیا۔ امتحان کے بعد نماز ظہر و عصر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد روایات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ، آپ بیتی اور لطائف وغیرہ پر مشتمل پروگرام ہوا۔ ۳½ بجے اجتماعی دعا کے ساتھ پکنک اختتام پذیر ہوئی۔ اس میں لائلپور شہر کے ۲۲۵، لائلپور ضلع کے ۶۰ خدام اور ۴۵ اطفال نے شرکت کی۔

علمی مجلس

:- مورخہ ۶ تبوک بروز سوموار مجلس ہذا نے شعبہ اصلاح و ارشاد کے تحت ایک علمی مجلس کا اہتمام کیا۔ جس میں لائلپور شہر کے ۵۳ وکلاء، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور طلباء کے علاوہ سید طاہر احمد شاہ صاحب ایم۔ پی۔ اے اور چوہدری محمد یعقوب صاحب اعوان چیئرمین پیپلز پارٹی ضلع

لائل پور نے بھی شرکت کی۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب نے پچاس منٹ تک "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ازلی مقام" کے موضوع پر مدلل اور مؤثر تقریر کرتے ہوئے ثابت فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی انسانِ کامل اور سب انبیاء سے افضل ہیں۔!

آپ کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے "اسلام کا اقتصادی نظام" کے موضوع پر ایک جامع اور عارفانہ تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام ہی سب انسانی ضرورتوں کا حل پیش کرتا ہے۔ دیگر سب نظام اس کے مقابل پر ہیچ ہیں۔ اور تمام دنیا کی حقیقی ترقی، خوشحالی اور امن کا راز صرف اور صرف اسلام ہی میں پنہاں ہے اسلئے اسلام کا نظام ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔

اجلاس کی کارروائی کے بعد حاضرین کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔ علاوہ ازیں لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔ مرکز اور ضلع لائل پور سے مربیانِ سلسلہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ تاکہ غیر از جماعت احباب کو بیرونِ ممالک میں جماعت کی مساعی سے روشناس کروایا جائے۔

اس تقریب کو کامیاب بنانے میں عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور اور مکرم حمید اللہ صاحب آف سفینہ پرنٹنگ ورکس اور مکرم میاں غلام احمد صاحب الانصاف کمپنی غلہ منڈی لائل پور نے حصہ لیا۔

چکوال

مؤرخہ ۲۶ اگست تا ۲۸ اگست بروز جمعرات، جمعہ، ہفتہ مسجد احمدیہ چکوال میں مجالس خدام الاحمدیہ علاقہ چکوال و تحصیل پنڈ دادنخان کی تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ اس کلاس کا افتتاح مکرم عبدالرزاق صاحب مہتمم صنعت و تجارت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مؤرخہ ۲۶ اگست تین بجے بعد دوپہر فرمایا۔ اس کلاس میں مکرم صفی الرحمٰن صاحب خورشید مربی سلسلہ اور مکرم حافظ غلام محی الدین صاحب معلم وقف جدید نے اجرائے نبوت اور وفاتِ مسیح از روئے قرآن مجید کے موضوع پر تقاریر کیں اور خدام و اطفال کو دلائل یاد کروائے۔

رات آٹھ بجے شبینہ اجلاس مکرم مہتمم صاحب صنعت و تجارت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیرِ صدارت شروع ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم صفی الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے موضوع پر نصف گھنٹہ تقریر کی۔ آپ کے بعد حافظ غلام محی الدین صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جوانی کے موضوع پر نصف گھنٹہ تقریر کی۔ آخر میں مکرم عبدالرزاق صاحب مہتمم صنعت و تجارت نے اپنی صدارتی تقریر میں خدام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

۲۷ اگست کو نماز تہجد سے دوسرے دن کے

پروگرام کا آغاز ہوا۔ نماز فجر اور درس قرآن مجید کے بعد ۴۵ منٹ تک خدام نے اجتماعی وقارِ عمل کیا۔ وقارِ عمل کے بعد نصف گھنٹہ تک مکرم مربی صاحب اور مکرم معلّم صاحب نے خدام کو اختلافی مسائل سمجھائے اور دلائل ذہن نشین کرائے۔

اس کے بعد خدام و اطفال کے علمی اور ورزشی مقابلے ہوئے۔

اختتامی اجلاس

تین بجے بعد دوپہر اختتامی اجلاس کی کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ مکرم صفی الرحمٰن صاحب خورشید نے تاریخ احمدیت، مکرم حافظ غلام محی الدین صاحب نے خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں اور مکرم خلیل احمد صاحب نے اسلام کا عالمگیر غلبہ کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد مکرم عبدالرزاق صاحب مہتمم صنعت و تجارت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا پیغام پڑھ کر سنایا جو آپ نے خصوصی طور پر اس کلاس کے لئے دیا تھا۔ اجلاس کے اختتام پر مکرم محمود احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جہلم نے علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں امتیاز حاصل کرنے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔ آخر میں مکرم مبارک احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ چکوال نے دعا کروائی اور یوں تربیتی کلاس اختتام پذیر ہوئی۔

ضلع شیخوپورہ

مورخہ ۶ ستمبر کو مسجد احمدیہ چوہڑکانہ میں قیادت ضلع شیخوپورہ کے تحت تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں مجلس خدام الاحمدیہ گجر، ڈیرہ داد پوترے اور چوہڑکانہ کے ۲۵ خدام اور ۲۰ اطفال نے شمولیت کی۔

اجلاس کی کارروائی صبح ۱۱ بجے مکرم رائے عبدالقدیر صاحب نائب قائد ضلع شیخوپورہ کی زیرِ صدارت شروع ہوئی۔ عہد اور نظم کے بعد مکرم مربی صاحب ضلع شیخوپورہ نے تربیتی کلاس کی کامیابی کے لئے دعا کروائی۔ مکرم تنویر احمد صاحب ڈار نے کلاس میں شامل خدام کو نماز سادہ اور مکرم رشید احمد صاحب شاد نے وفات مسیح، صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور امکانِ نبوت کی ایک ایک آیت تمام خدام کو یاد کروائی۔

نماز ظہر و عصر کے بعد کلاس کی دوسری نشست شروع ہوئی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم شیخ محمد علی صاحب نے "یوم دفاع پاکستان اور جماعت احمدیہ کی خدمات" کے موضوع پر اور مکرم مولوی سلطان احمد صاحب شاہد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے نماز باجماعت اور دس آیات یاد کرنے سے متعلق خدام کو تلقین فرمائی۔

اس کے بعد خدام و اطفال کے ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ ورزشی مقابلہ جات کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب منعقد ہوئی۔

چک ۲۷۶ R.B گوکھووال ضلع لائلپور

مؤرخہ ۲۷ اگست ۱۹۷۱ء کو بعد نماز جمعہ محترم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری کی زیر صدارت تربیتی کلاس کا افتتاحی اجلاس منعقد ہوا۔ تلاوت، عہد اور مشعلِ راہ کے درس کے بعد مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب نگران حلقہ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کے مقاصد اور مکرم شیخ محمد اکرم صاحب نے جماعتی تحریکات کے موضوع پر تقاریر کیں۔ آخر پر محترم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ" پر ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ جس کو سننے کے لئے بہت سے غیر از جماعت احباب بھی تشریف لائے۔ اس کلاس میں چک ۹۷ ج ب، چک ۲۷۵ ر ب، چک ۲۴۲ ر ب سرشمیر روڈ، چک ۵۸ ر ب، چک ۸۹ گ ب رتن، گوجرہ کے ۵۶ خدام اور مجلس مقامی کے سب خدام و اطفال نے شمولیت کی۔

ڈرگ روڈ

مؤرخہ ۲۱ جولائی / وفا سے یکم اگست / ظہور تک قیادت مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کے زیر انتظام مسجد احمدیہ ڈرگ روڈ میں تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس کا افتتاح مکرم میجر شمیم احمد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے فرمایا۔

اس کلاس میں خدام کو دو احادیث، نماز با ترجمہ، عام دینی معلومات، وفاتِ مسیح، امکانِ نبوت اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از روئے قرآن مجید وحدیث کے مسائل سکھائے گئے۔ اس کے علاوہ تقاریر کی مشق اور ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔

کلاس کے دوران مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور، مکرم مولانا محمد عثمان صاحب چینی مربی سلسلہ، مکرم نذیر احمد صاحب ساجد نائب زعیم انصار اللہ، مکرم سید حبیب احمد صاحب ہاشمی، مکرم عبد الباری صاحب قیوم، مکرم چوہدری نعمت علی صاحب، مکرم محمد حنیف صاحب نعیم نے تدریسی فرائض سر انجام دیئے۔

مورخہ یکم ظہور کو ایک بجے کلاس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ مکرم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے خطاب فرمایا۔ اس کلاس میں مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کے ۵۸ اور مجلس ملیر کے ۱۴ اور مجلس کورنگی ٹاؤن کے ۸ خدام شامل ہوئے۔

ضلع ہزارہ

مؤرخہ ۲۸ اگست تا ۲۹ اگست احمدیہ مسجد ایبٹ آباد میں قیادت خدام الاحمدیہ ضلع ہزارہ کے تحت دو روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں پانچ مجالس ایبٹ آباد، ہری پور ہزارہ، داتہ، مانسہرہ اور ڈاڈر کے خدام و اطفال نے شرکت کی۔

اجتماع کا افتتاح مکرم محمد شفیق صاحب قیصر مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فرمایا۔ مکرم مولانا چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نے تربیتِ اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موضوعات پر

اجتماع کے مختلف اوقات میں حاضرین سے خطاب فرمایا۔

مکرم محمود احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ ایبٹ آباد نے "مشعلِ راہ" سے درس دیا۔ دورانِ اجتماع مکرم پروفیسر ناصر احمد صاحب قائد علاقہ پشاور کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ قائد صاحب علاقہ بوجہ علالت اجتماع میں شرکت نہ کر سکے۔

اجتماع کے اختتامی اجلاس سے مکرم محمد شفیق صاحب قیصر نمائندہ مجلس مرکزیہ نے خطاب فرمایا اور خدام و اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔

سیالکوٹ

مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ کی سالانہ تربیتی کلاس کا افتتاح مؤرخہ ۲۹ اگست بعد نماز مغرب محترم شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن نے فرمایا۔ تلاوت، عہد و نظم کے بعد محترم شیخ صاحب نے خدام کو نہایت ہی احسن رنگ میں نصائح فرمائیں آپ نے سینما بینی اور سگریٹ نوشی کے نقصانات تفصیل کے ساتھ بتائے اور دیگر لغویات سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد کلاس کا باقاعدہ پروگرام شروع ہوا۔

اس کلاس کا اختتامی اجلاس مورخہ ۵ ستمبر بعد نماز مغرب محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی صدارت میں ہوا۔

اجلاس کی کارروائی درس قرآن شریف سے شروع ہوئی جو کہ محترم مربی صاحب نے دیا۔ اس کے بعد مبارک احمد صاحب نے حدیث کا درس دیا۔ اس کے بعد صدر محترم نے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم کئے۔ ازاں بعد محترم مہتمم صاحب تربیت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات پیش کئے۔ محترم مہتمم صاحب اطفال نے بھی اطفال کا مختصر تعلیمی جائزہ لیا۔ آخر میں محترم صدر مجلس مرکزیہ نے پُر اثر خطاب فرمایا۔ آپ نے خدام کو عملی کام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اسی طرح نماز باجماعت ادا کرنے، دعائیں کثرت سے کرنے اور دوسرے تربیتی امور پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ آخر میں محترم قائد صاحب نے صدر مجلس کا شکریہ ادا کیا اور خدام کو صدر محترم کے نصائح پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ اس تربیتی کلاس میں خدام کی اوسط حاضری ۵۴ رہی۔

تعزیت

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مہتمم وقار عمل محترم چوہدری مبارک احمد صاحب کاٹھ گڑھی ابن چوہدری عبدالرحیم صاحب کاٹھ گڑھی کی جواں سال ہمشیرہ محترمہ امۃ الحمید سعیدہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز اتوار پونے چار بجے شام وفات پا گئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ دو توام بچے عمر ۲½ سال اور ایک آٹھ دن کا بچہ چھوڑ گئی ہیں۔

ادارہ خالد مرحومہ کے برادران، والدین اور دوسرے اقرباء سے اظہارِ تعزیت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور ان کے بچوں پر اپنی شفقت کا ہاتھ رکھے۔

Regd. No. L5830 October, 1971 Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.